میں کسی درجہ کے حاصل کرنے کی امید رکھنا خیال بیہودہ ہے۔ کتابیں لکھنے والے اور تقریریں کرنے والے عورتوں کی تعلیم کے فرضی اور خیالی فایدے کچھ ہی بتایا کریں اور وہ کسی حد تک صحیح بھی ہوں مگر جہاں تک ہم کو لوگوں کے مزاج شناسی کا تجربہ ہوا ہے اس کے رو سے کہ سکتے ہیں کہ عورتوں کو تعلیم دینا زیادہ تر اس غرض سے ہے کہ ان کی صحبت باعث مسرت اور اُن کی ہمکلامی دلچسپ اور موجب تفریح و انشراح خاطر ہو۔ اگرچہ الفت و محبت کا مدار تعلیم یافتہ یا بے تعلیم ہونے پر نہیں لیکن الفت دلی اور خلوص قلبی کا اظہار اور اُن اصول کو ترقی دینا جو سچے اُنس اور محبت کے سرچشمے ہیں جیسا تعلیم یافتہ بی بی سے ہو سکتا ہے وہ ناخواندہ سے نہیں ہو سکتا۔

ہم لوگوں میں پردہ کے تشدد نے مستورات کی تحریرات کو بھی پردہ میں بٹھا دیا ہے افسوس ہمیں اپنے دوستوں سے کوئی خط ایسا نہ ملا جو کسی تعلیم یافتہ اہلیہ نے اپنے شوہر کی یاد میں لکھا ہو لاچار ایک غیر قوم کی تعلیم یافتہ عورت کا ایک خط ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ یہ ایک عورت کے خط کا اُردو ترجمہ ہے جو اپنے شوہر کے فراق میں ایسی بے تاب ہو گئی تھی کہ اُس نے اس بیچارگی میں اپنے وقت کے مشہور اہلِ دل حکیم کی طرف رجوع کی اور اپنا حال لکھ کر اپنے درد کا علاج چاہا۔

خط

جناب من۔ آپ نے اپنی تحریرات میں محبت کی سخت مصیبتوں کی کیفیت بیان کی ہے لیکن مجھے یاد نہیں کبھی آپ نے کوئی ایسی تدبیر بھی لکھی ہے جس پر عمل کرنے سے وداع احباب کی تکلیف میں صبر آجائے اور اپنے عزیز رفیق سے بچھڑتے وقت دلِ کم حوصلہ سنبھل جاوے۔ اس وقت یہ لفگار اسی رنج و محن میں گرفتار ہے۔ میرا عزیز شوہر چند سال کے لئے خدمت ملکی پر مامور ہو کر گیا ہے

اُس کے ساتھ رہنے کی محبت اور اُس سے درد انگیز وداعی لمحات نے مجھ میں کچھ تاب وتواں نہیں
چھوڑی رات دن کا کوئی لحظہ ایسا نہیں گذرتا جب میں اُس کے تصور میں محو نہ پائی جاؤں۔جس شے
پر میری نظر پڑتی ہے اُسی کی یاد دلاتی ہے۔میں بہ نسبت معمول کے اُس کی اولاد اور اُس کے
مال و اسباب کی اب زیادہ خبرگیری کرتی ہوں اور ان شغلوں میں دل بہلاتی ہوں مگر یہ شغل بجائے
تسلی دینے کے اور زیادہ بےچین کرتے ہیں اور اُس کو یاد دلاتے ہیں۔میں بار بار اُن کمروں میں جاتی
ہوں جہاں بیٹھکر اُس سے باتیں کیا کرتی تھی۔لیکن جب اُس کو نہیں پاتی تو اُس کی کرسی پر بیٹھکر بے
اختیار روتی ہوں۔میں اُن کتابوں کو پڑھتی ہوں جن کو وہ شوق سے پڑھا کرتا تھا۔اور اُن لوگوں سے
باتیں کرتی ہوں جن کی وہ قدر کیا کرتا تھا۔دن میں سو سو مرتبہ اُس کی تصویر کو دیکھتی ہوں اور گھنٹوں
اُس کی تصویر کے روبرو تصویر بنی بیٹھی رہتی ہوں۔کبھی میں اُن روشوں پر ٹہلتی ہوں جہاں اُس
کے بازو سے لگ کر ٹہلا کرتی تھی اور اُن گفتگوؤں کو یاد کرتی ہوں جو ہم آپس میں کیا کرتے تھے۔
اُن میدانوں اور چیزوں کو دیکھتی رہتی ہوں جو کبھی ہم دونوں دیکھا کرتے تھے۔اور اُن اشیاء پر نظر
جمائے رکھتی ہوں جن کو وہ دکھلاتا تھا۔اور وہ ہزاروں باتیں دل میں گذرتی ہیں جو اُس نے اُن
چیزوں کی نسبت اُن موقعوں پر بتائی تھیں۔لوگ شرقی ہوا سے ڈرتے ہیں کہ اُس سے سردی زیادہ
ہوتی ہے مگر میرے لئے وہ بادِ صبا ہے جو میرے رفیق کی خبر لاتی ہے کیونکہ جس روز وہ ہوا چلتی ہے
اُس روز غالباً اُس کا خط آتا ہے۔جناب من آپ سے اس عاجز کی یہ التماس ہے کہ اس حالت
میں کوئی ایسی تدبیر بتلائیے کہ کسی طرح اس دلِ غمدیدہ کو اس فراق میں کچھ تسکین ہو ۔ فقط

جن شریف خاندانوں کے نوجوان کالجوں اور اسکولوں میں تعلیم پاتے ہیں۔علمی مجالس سے

اُنس رکھتے ہیں۔ تعلیم یافتہ لایق اشخاص کی تقریریں سُننا اور اُن کی صحبت کا لطف اُٹھانا پسند
کرتے ہیں اور خالی اوقات میں مفید کتابوں اور اخباروں کا پڑھنا اور لکھنا اُن کا شغل ہے کیا
اگر اُن کو اپنی ماؤں اور بہنوں کی صحبت میں بھی اپنے علمی مذاق کی گفتگو کرنے اور سُننے کا موقع
ملے تو کیا یہ خوش صحبتی اُن کی خوشی کو دوبالا نہ کریگی۔ ہم نے مانا کہ لڑکیاں تعلیم پاکر ایسی لایق
نہیں بن جاوینگی کہ اُن کے بھائی یا اُن کے دوسرے عزیز و اقارب لڑکے اُن کی ہمکلامی سے
کوئی فایدہ علمی حاصل کرسکیں۔ ایک انٹرنس یا بی اے پاس کردہ طالبعلم اپنی بہن سے جس
نے مراۃ العروس اور مجالس النساء اور اسی قسم کے اور چند رسایل اُردو یا فارسی میں گلستاں
بوستاں بھی پڑھی ہوئی ہو کیا علمی گفتگو سُننے اور مذاق علمی پورا کرنے کی توقع رکھ سکتا ہے۔ مگر
یہ ایک غلطی ہے جو سمجھتے ہیں کہ تعلیم یافتہ اشخاص کی صحبت صرف استفادۂ علمی کی غرض سے پسند
کی جاتی ہے۔ نہیں اس کی پسندیدگی کی وجہ وہ مجانست ہے جو دو پڑھے ہوئے آدمیوں میں بالطبع
ہوتی ہے۔ دو آدمی گو درجہ علمیت میں نہایت فرق بعید رکھتے ہوں مگر وہ فرق اُس فرق سے
بہت کم ہے جو عالم اور جاہل محض میں ہوتا ہے +

ایک یونیورسٹی کا سند یافتہ ریل میں سوار ہوتا ہے اور اپنے درجہ میں تین چار اور شخصوں
کو پاتا ہے جن میں تین بے علم مہاجن ہیں اور ایک مڈل کلاس کا طالبعلم۔ کون شک کرسکتا ہے
کہ یہ نیا مسافر سب سے اول اُس طالبعلم سے ہی گفتگو کریگا اور اپنا گھنٹہ دو گھنٹہ کا سفر اُسی گفتگو
کے ذریعہ سے جس سے درحقیقت اُس کو ایک حرف کا فایدہ علمی نہیں ہے خوش کرکر گذاریگا +
ہم نے کسی شخص کے روبرو ایک شعر پڑھا۔ وہ نہایت محظوظ ہوا اور دوبارہ پڑھنے کی

فرمایش کی۔ بتلاؤ ہمیں کیا فایدہ علمی اُس سے حاصل ہوا مگر اُس کی صحبت سے خوشی حاصل ہونے میں کچھ شک نہیں۔ بہت کم تعلیم یافتہ خوش مذاق نوجوان ایسے نکلیں گے جو برابر تین چار گھنٹے تک جاہل آدمیوں کی لغو گفتگو سُننے کا تحمل رکھتے ہوں۔ وہ بہت جلد اُس گفتگو سے اُکتا جائینگے اور اُس صحبت سے مخلصی حاصل کرنا چاہینگے۔ یہ تکلیف جب شوہر کو زوجہ کی طرف سے ملتی ہو تو بے حد دردناک ہوتی ہے۔ کیونکہ زوجہ کی معیت لحظہ دو لحظہ کی نہیں ہوتی بلکہ عمر بھر کی۔ اس لئے بجز اُن لوگوں کے جو شادی کا اصول یہ بیان کرتے ہیں کہ روٹی ٹکڑے کا آرام ہو جائے اور کوئی شخص ایسی بی بی کی صحبت کو سوائے اوقات ضرورت کے گوارا نہیں کرتا۔ ہم نے بہت سے بدچلن لوگوں سے اُن کی بدچلنی و بدوضعی کا آغاز پوچھنے پر معلوم کیا کہ اُنہوں نے کسی کسبی کی صحبت صرف اس وجہ سے اختیار کی کہ اُس کا کلام نہایت مودب اور نہایت شُستہ تھا اور اپنے کلام کو وہ شعر و سخن سے زینت دیتی تھی۔

پس اگر عورتوں میں ہم مذاقِ علمی پیدا کریں تو گو وہ کیسے ہی ادنیٰ درجہ کا ہو تب بھی وہ ان کو اُس سطح پر لا کر جس پر اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ اشخاص ہیں مردوں کی خوشی اور مسرت کا عمدہ ذریعہ بناویگا اور تعلیم یافتہ نوجوان اپنے خالی اوقات کو صرف کرنے کے لئے بجائے اس کے کہ دوستوں یا اَور غیر لوگوں کے مکانات کی مجالس دل لگی ڈھونڈتے پھریں یا آوارگی اختیار کریں اپنی لکھی پڑھی بیبیوں کو سب سے اچھا ذریعہ اپنے دل بہلانے اور اپنی اور اپنے سب عزیزوں کی خوشی بڑھانے کا پاوینگے۔ جب ہمارا خیال غرض تعلیم نسواں کی نسبت معلوم ہو گیا تو ظاہر ہے کہ ہم ایسے علوم کی تعلیم کے موید ہونگے جن سے معمولی نوشت و خواند کے علاوہ

عام طور پر ہر قسم کے مضامین پر آگاہی حاصل ہو اور اگر کسی مجلس میں کوئی علمی تذکرہ ہو تو لڑکیوں کی جہالت موجب تکدر خاطر اہل مجلس نہ ہو۔ اس غرض کے حصول کے لئے سوائے معمولی اردو فارسی کی کتابوں کے لڑکیوں کو علم طبیعات اور جغرافیہ طبعی اور کیمسٹری اور ہیئت کے موٹے موٹے مسایل سلیس اُردو زبان میں سکھانے چاہئیں۔ اس قسم کے اکثر مسایل بنات النعش میں بیان کئے گئے ہیں۔ مگر ہم چاہتے ہیں کہ کسی قدر اور تفصیل سے اُن کو تین علیحدہ علیحدہ رسالوں میں بیان کیا جائے۔ اور وہ ابتدائی رسالے علم طبعی۔ جغرافیہ طبعی۔ علم ہیئت کے کہلائیں ٭

جو مظاہر قدرت ہر وقت ہمارے گرد و پیش رہتے ہیں اُن کی نسبت گفتگو کا چھڑ جانا ایک معمولی بات ہے بارش ہوتے وقت اُس کے اسباب پر گفتگو ہونی۔ بادلوں کو دیکھ کر اُن کے سیاہ۔ سفید ارغوانی رنگ کی نسبت بات چیت ہونی۔ چاند کو بدر ہلال دیکھ کر اُس کی وجہ کا سوال پیدا ہونا۔ گاہے گاہے بھونچال آنے یا گرہن ہونے کے وقت ان کے اسباب پر مختصر بحث ہونی دنیا کے عام مضامین ہیں جو اکثر گھروں کی مجالس میں مذکور کئے جاتے ہیں۔ تعلیم یافتہ اشخاص کے گھروں میں اکثر تھرمامیٹر یا بیرومیٹر ہوتے ہیں۔ گھڑیاں ہوتی ہیں یا بجلی کی کلیں ہوتی ہیں جن کی مختصر کیفیت لڑکیوں کے لئے باعث آگاہی اور اُن کی آگاہی مردوں کے لئے باعث تفریح خاطر ہو سکتی ہے ٭

عورتوں کے طریقۂ تعلیم کا مسئلہ نہایت اہم مسئلہ ہے اور جب تک قوم اس کو اپنے ہاتھ میں نہ لیگی گورنمنٹ کی خیرات سے گذارہ ہونا اور ہماری ضرورتیں پوری ہونی ناممکن ہیں۔ عورتوں کی تعلیم فرداً فرداً کوشش کرنے اور اپنا اپنا جدا طریقہ تعلیم وضع کرنے سے ہرگز نہ ہوگی

اس کے لئے دو امر کی ضرورت ہے۔ اوّل کتب درسیہ کا کافی ذخیرہ جمع کرنا دوم طریق تعلیم تجویز کرنا ۔

جو کتابیں اس وقت لڑکیوں کی تعلیم کے لئے موجود ہیں یا کام میں آتی ہیں وہ بہت ہی ناکافی ہیں۔ اور اُن کے ناکافی ہونے کی وجہ سے جو اور کتابیں جو اس کام کے لئے موضوع نہیں ہیں کام میں آتی ہیں وہ نہایت مضر اور تعلیم نسواں کو بدنام کرنے والی ہیں۔ اگر وہ کتابیں لڑکیوں کے پڑھنے میں نہ آتیں تو لوگ تعلیم سے اس قدر خایف نہ ہوتے۔ آج سے تین برس پہلے لڑکیوں کو جن کتابوں میں تعلیم دی جایا کرتی تھی جہاں تک ہم کو معلوم ہے وہ یہ تھیں۔ نثر میں راہ نجات۔ بعد حمد۔ صبح کا ستارہ۔ مفتاح الجنۃ۔ قیامت نامہ۔ ہزاری مسئلہ۔ تحفۃ الزوجین۔ خیر النجات۔ مولود شریف۔ دہ مخزن۔ تقریر الشہادتین۔ ترجمہ مشکوٰۃ۔ نظم میں کنز المصلی۔ رسالہ بے خازاں۔ وفات نامہ۔ نصیحت نامہ۔ بہت رسایل مشتملبر معراج نامہ۔ لوری نامہ۔ قصہ دائی حلیمہ۔ قصہ بلال۔ نورنامہ وغیرہ قصہ شاہ روم۔ قصہ شاہ یمن۔ قصہ اہل بیت۔ دیوان لطف۔ تفسیر سورہ یوسف۔ مثنوی گلزار نسیم ۔

مگر یہ کتابیں نہ کسی کمیٹی نے لڑکیوں کے واسطے منتخب کی تھیں۔ نہ ان کتابوں کو ان کے مصنفوں نے لڑکیوں کی تعلیم کے واسطے تصنیف کیا تھا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اُس زمانہ میں اُردو زبان کا علم ادب انہیں کتابوں پر مشتمل تھا۔ مگر ایسا بھی نہ تھا کہ اُردو میں بالکل اور کچھ نہ تھا۔ اور جب اس اُردو علم کا دروازہ لڑکیوں پر کھل جاتا تھا تو اسی راستہ سے گل بکاؤلی اور بدر منیر اور چہار درویش بھی گھس آتی تھیں خود چہار درویش جس نے حضرت نظام الدین

اولیا اور خسرو کے بابرکت ناموں سے بزرگی حاصل کر لی ہے ۔

چہار درویش سادہ بے تکلف اُردو کا عمدہ ترین نمونہ ہے ۔ اس کی زبان کی سلاست اور سادگی اور فارسی عربی کی آمیزش سے خالی ہونا حقیقت میں بے حد تعریف کے قابل ہے مگر اس کے بعض قصے اس قدر فحش ہیں کہ لڑکیاں تو کیا لڑکوں کے پڑھنے کے بھی قابل نہیں ۔

اس زمانہ کا لٹریچر بہت وسیع ہو گیا ہے ۔ مگر جس طرح اچھی کتابوں کی تعداد بڑھ گئی ہے اُسی طرح بُری کتابوں کی ۔ سب سے زیادہ انبار اُردو میں ناولوں کا ہے جو عموماً نہایت ناپاک اور خلاف تہذیب اور فحش اور نجس خیالات اور عبارات سے پُر اور لبریز ہیں ۔ ناپاک ناول لکھنا یا ناپاک ناولوں کا ترجمہ کرنا ایک قسم کی کتابی قرمساقی ہے اُن مصنفوں کو جو ایسا کام کر رہے ہیں خدا نے چار پیسہ کے لالچ سے اندھا کر دیا ہے اور نہایت افسوس ہے کہ اُن کو بچوں کی شہوانی قوتوں کی خدمت کے سوا اور کوئی کام اپنے معاش کے حاصل کرنے کا پسند نہیں آیا ۔

ناولوں میں جو چند ناول عمدہ بھی ہیں تو اُن میں بھی ایک نقص ہے وہ یہ ہے کہ اُن کے موضوع متمول خاندان ہیں ۔ کیونکہ ایسے خاندان میں ہی اسباب عیش و عشرت اور سامان راحت اس قدر ہوتے ہیں جو قابل قصہ ہونے کے ہوں ۔ پس غریب خاندان کی لڑکیاں جب آسودگی اور سلیقہ کا نمونہ اس تمول اور آسودہ حالی کو پاتی ہیں تو اپنی حالت سے سخت بیزار ہو جاتی ہیں اور ان کی زندگی بے لطف ہو جاتی ہے ۔ قناعت کی خوشی دل سے جاتی رہتی ہے ۔ بلکہ یہ عیب ہمارے مولانا مولوی نذیر احمد صاحب کی کتابوں میں بھی ہے کہ انہوں نے آسودہ حال متمول گھر کا قصہ لکھا ہے جس سے لڑکیوں میں اس قدر بلند نظری پیدا ہو جاتی

ہے جو اُن کی حالت خاندان کے مناسب حال نہیں ہوتی۔ ہر لڑکی یہی چاہتی ہے کہ میرا گھر اصغری کے گھر کی طرح اُجلا ہو جو ناممکن ہے۔ ہر لڑکی چاہتی ہے کہ میرا شوہر تحصیلدار یا ڈپٹی ہو۔ اس سے کم درجہ کا شوہر اُس کی نظروں میں وقعت نہیں رکھتا۔

ہم نے نہایت چھان بین سے پایا ہے کہ جن لڑکیوں نے ناولوں کا کثرت سے مطالعہ کیا ہے اُن کی اخلاقی قوتوں میں بھی تصنع بہت ہو گیا ہے۔ اگر اُن کا ادب ہے تو بناوٹی۔ اگر تابعداری ہے تو بناوٹی۔ اگر حیا ہے تو بناوٹی جس کی بنیاد صرف زبان کی سب سے اوپر کی جھلی پر ہے۔ اور مزاج کی ذرا سی جنبش ان سب چیزوں میں تلاطم عظیم ڈال دیتی ہے۔ وہ مضبوط استحکام جو اصلی تعلیم سے پیدا ہوتا ہے وہ سچی دینداری جو نیک صحبت سے پیدا ہوتی ہے جسے کوئی مصیبت۔ عزیزوں کی کوئی بدسلوکی جنبش نہیں دے سکتی جو عورتوں کا عنصر لطیف تھا اس نئی پود میں نہیں ہے۔

تحریریں ناول خواں لڑکیوں کی بے شک عمدہ ہوتی ہیں مگر محض بے مغز۔ سراسر پوست اور خالص مبالغہ بلا اصلیت۔ جب غم بیان کرینگی تو ہمارے دوست شرر کے کسی مصیبت زدہ ہیرو کے سب الفاظ اپنے اوپر صادق کر لینگی۔ خون جگر ہے کہ لہو بن بن کر اُن کی آنکھوں سے آنسوؤں کی شکل میں بہہ رہا ہے۔ دل چاک اور سینہ داغ داغ ہے۔ غم کی خاک سے اُن کا خمیر ہے۔ اُن کا دل میدان رستخیز ہے جس میں ہزاروں حسرتیں مرتی ہیں اور ہزاروں جوش اٹھتے ہیں۔ آہ وزاری میں اُن کا دن اور اختر شماری میں اُن کی راتیں کٹتی ہیں۔ غرض کوئی بات اُن کی اصلیت کی نہیں۔ قسمیں اُن کی جھوٹی۔ اقرار اُن کے بودے۔ بزرگوں کا ادب

شوہر کی عزت صرف تب ہی تک ہے جب تک اُن کی رائیں اپنی راے کے مطابق ہوں ۔ ذرا اختلاف کرو پھر ناول خوانی کے جوہر دیکھ لو۔ ناول خوانی نے لڑکیوں میں جو خباثتیں پیدا کی ہیں اُن کے ذمہ وار اس قدر ناولوں کے مصنف نہیں ہیں۔ جس قدر لڑکیوں کے باپ اور بھائی ہیں۔ ملک میں گندگی اور رسنڈاسیں ہوا کریں۔ لیکن جو اُن کو اپنے دیوان خانوں میں لاتے اور منگواتے ہیں وہ ہیں موجد اور بانی اُس تمام اخلاقی تعفن کے جو ناول پڑھنے سے پیدا ہوتا ہے ؛

ہم نے ارادہ کیا ہے کہ یکم جون ۱۸۹۸ء سے انشاء اللہ ایک اخبار لڑکیوں کے لئے پاکیزہ مضامین کا شایع کریں جس میں اُن کی تعلیم اور کتب تعلیم اور طریق تعلیم اور سلیقہ خانہ داری وغیرہ مضامین پر بحث ہوا کرے۔ اس اخبار کی اڈیٹر میرے اپنے خاندان کی کوئی لڑکی ہوگی اور اس اخبار میں کوئی مضمون کسی مرد کا لکھا ہوا درج نہ ہوا کریگا۔ اُس اخبار کے لئے میں اپنے خاندان کی لڑکیوں سے جیسے بُرے بھلے مضمون وہ لکھ سکینگی لکھواؤنگا۔ خلقت اُس پر ہنسا کرے اور جو چاہے کہا کرے۔ میرا ساتھ دینے والے ساتھ دینگے اور جو کوئی ساتھ نہ دیگا تو اللہ تو ضرور ساتھ دینے والا ہے وعلی اللہ یتوکل المتوکلون ؛

ہمارے چند دردمند احباب نے یہ بھی تجویز کی ہے کہ ایک دفعہ کوشش کر کے اُردو زبان کے سب ناولوں کو پڑھ لیا جاے اور اُن میں سے جو اچھی اور پڑھنے کے قابل کتابیں ہوں وہ چھانٹ لی جائیں۔ ہمارے دوستوں نے یوں ٹھیرایا ہے کہ اُن کتابوں کو باہم تقسیم کر لیا جاے اور ایک ایک دوست چند چند ناول پڑھ کر اُس کی نسبت اپنی رپورٹ پیش کرے۔ اس طرح پر چند روز کی محنت سے کچھ کتابیں اچھی علٰحدہ ہو جائینگی اور ہم اُن کی نسبت اخبار مجوزہ میں اشتہار

دیکھے کہ اگر کوئی شخص اپنے بچوں کو ناول پڑھانا چاہتا ہے تو اُن کتب منتخبہ میں سے ہی کوئی ناول پڑھائے۔ آجکل اچھے بُرے ناول کا کوئی معیار نہیں ہے۔ اور اس طوفان بےتمیزی میں جو مصنف درحقیقت کوئی اچھی کتاب لکھتا بھی ہے تو اُس کی بالکل قدر نہیں ہوتی۔ بہت سے لوگ اچھی کتابوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ اور اچھے اچھے ناموں کے دھوکے میں وہ بعض کتابیں منگاتے ہیں اور آخر اپنے کام کی نہ پاکر ردی میں ڈال دیتے ہیں۔ وہی کتابیں کبھی کبھی گرتی پڑتی بچوں کے ہاتھ میں جا پہنچتی ہیں اور گھر کو ناپاک کرتی ہیں ہمیں امید ہے کہ اگر ہمارا اخبار مجوزہ جاری ہو جائے تو کتابوں کی نسبت کبھی ایسا دھوکا کسی ماں باپ کو نہ ہوگا۔

ذخیرۂ کتب ضروری پیدا کرنے کے لئے ہمارے احباب کی کمیٹی بہت جلد اپنا کام شروع کرنے والی ہے اور عمدہ کتابیں تصنیف کرانے والی ہے۔

حال کی تعلیم میں ایک اور سخت قابل اعتراض یہ امر ہے کہ چونکہ لڑکوں میں کافی طور پر تعلیم نہیں پھیلی اس واسطے یہ بات یقینی نہیں ہوتی کہ ہر تعلیم یافتہ لڑکی کے لئے ایسا شوہر مل سکیگا یا نہیں جو اُس کی تعلیم کا قدردان ہو۔ اگر اُس لڑکی کو بدنصیبی سے ایسا شوہر مل جائے جو تعلیم نسواں کو پسند کرنے والا ہی نہیں یا پورا قدردان نہیں تو لڑکی سخت بلا میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ اس باب میں ایک دفعہ ہمیں آنریبل سر سید احمد خاں نے جو خط لکھا تھا اُس کو ہم یہاں درج کرتے ہیں۔

خط

مجبی و شفقی مولوی ممتاز علی صاحب۔ آپ کا ایک لمبا پرائیوٹ خط کئی دن سے میرے سامنے رکھا ہوا ہے۔ میں اُس کے جواب لکھنے کی فرصت ڈھونڈ رہا تھا۔ اس وقت اُس کا جواب لکھتا ہوں۔ میری

نہایت دلی آرزو ہے کہ عورات کو بھی نہایت عمدہ اور اعلیٰ درجہ کی تعلیم دی جاوے۔ مگر موجودہ حالت
میں کنواری عورتوں کو تعلیم دینا اُن پر سخت ظلم کرنا اور اُن کی تمام زندگی کو رنج و مصیبت میں مبتلا کردینا
ہے۔ کنواری لڑکیاں تمام عمر بے شادی کے بلحاظ حالات ملک کے رہ نہیں سکتیں۔ اور نہ اُن کی
زندگی بسر ہوسکتی ہے۔ پس ضرور اُن کی شادی کرنی ہوگی۔ ہماری قوم کے لڑکوں کی جو ابتر و خراب
حالت ہے اور بدعادتیں اور بد افعال اُن کے ہیں اور بد اخلاق اور بدطریقہ اُن کا اپنی جوروں
کے ساتھ ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ اس وقت تمام اشراف خاندانوں میں ایک لڑکا بھی نیک چلن
اور خوش اخلاق مہذب و تعلیم یافتہ نہیں نکلنے کا۔ جو اپنی جورو کو ایک انیس غمگسار سمجھے۔ کل خاندانوں
کے لڑکوں کا یہ حال ہے۔ جوروں کو لونڈیوں سے بدتر سمجھتے ہیں اور کوئی بد اخلاقی ایسی نہیں جو جوروں
کے ساتھ نہیں برتتے۔ اب خیال کرو بے تربیت لڑکی پر یہ مصیبت صرف ایک حصہ ہے۔ اُس کو خود
خیالات عمدہ و تہذیب کے نہیں ہیں اس لئے اُن کو اپنے خاوند کی بد اخلاقی صرف بقدر ایک حصہ
کے رنج و مصیبت میں رکھتی ہے اور جبکہ وہ اپنے تمام ہمسروں کا یہ ہی حال دیکھتی ہے تو کسی قدر
تسلی پاتی ہے اور اُس کے ماں باپ جب اُس کی حمایت کرتے ہیں تو اس کے دل کو زیادہ تشفی
ہوتی ہے مگر جب وہ خود شایستہ و مہذب و تربیت یافتہ اور عالی خیال ہو تو یہ تمام معلومات اُس
کی روح کو بہت زیادہ رنج دیتے ہیں اور اُس کو زندگی بلائے جان ہو جاوے گی۔ عورات کی تعلیم قبل مہذب
ہونے مردوں کے نہایت ناموزوں اور عورتوں کے لئے آفت بے درماں ہے۔ یہ ہی باعث ہے کہ میں
نے آج تک عورات کی تعلیم میں کچھ نہیں کیا۔ شایستہ و تربیت یافتہ مرد کو نا تربیت جوان عورت ملنے سے
اُس کا کچھ نقصان نہیں ہے۔ وہ اپنی تہذیب کے سبب اپنی جورو سے محبت کرتا ہے اور اُس کو

مہذب وشایستہ بنالیتا ہے - کہ عورت ایسا نہیں کرسکتی - اس وقت دو ایک مثالیں - خاندان میں ایسی موجود ہیں کہ انھوں نے اپنی بیویوں کو ایسا پڑھا لکھا لیا ہے اور تعلیم کرلیا ہے کہ بلاشبہ وہ عورتیں انہیں غمگسار ہونے کے لایق ہوگئی ہیں - پس بالفعل عورتوں کو ایسا رکھنا چاہئے کہ اگر اُن کے شوہر مہذب ہوں تو اُن کو مہذب کرسکیں اور اگر نامہذب ہوں تو اُن کی بیویاں بھی ویسی ہی ہوں - فقط

اس مرض کا علاج بجز اس کے کچھ نہیں کہ بچپن سے لڑکوں کی بھی جو رشتہ کے لئے منتخب ہونے کے قابل ہوں تلاش رکھی جائے اور اُن کی تربیت اپنی نگرانی میں کرائی جائے - اور رشتہ داری کا دایرہ اپنے خاندان پر ہی محدود نہ کیا جائے بلکہ اُس کو وسیع کیا جائے - اور لڑکوں کی تعلیم میں اور زیادہ کوشش کی جائے کہ بجز اس کے اور کوئی علاج ان خرابیوں کا نہیں ہے -

مدارس زنانہ کے لئے ایک مجلس شوریٰ کا ہونا ضرور ہے جو زنانہ مدارس کے قیام کے طریق پر غور کرے - اُس مجلس کی رائے کچھ ہی ہو مگر ہماری رائے میں زنانہ مدارس کا مدارس گورنمنٹ کی طرح قایم ہونا مناسب و مفید نہ ہوگا ضرور ہے کہ جو مدرسہ قایم ہو وہ کسی شریف ومعزز گھر کے ایک حصہ میں ہو - اور یہ ایسا گھر ہو جس کی شرافت نیک چلنی اور نیک نیتی میں کسی کو کلام نہ ہو - ہمیں امید ہے کہ ہمارے ہندوستان کے شہر خدانخواستہ اُن شہروں کی طرح نہیں ہوگئے جن میں حضرت ابراہیم کو ایک نیک شخص بھی نظر نہ آیا تھا اور وہ بجز اس کے کہ آگ سے برباد کئے جاویں اور کسی قابل نہ رہے تھے ؛

ہماری رائے یہ بھی ہے کہ محض فلاح وبہبودی قوم کی نظر سے خیراتی کام کرنے والے بہت کم ہیں اور جو کام اس امید پر کئے جاتے ہیں وہ ادھورے رہتے ہیں - پس ضرور ہے

کہ پڑھانے والی اوستانی کو خواہ وہ اُس شریف خاندان کی سرپرست ہو خواہ اُس خاندان کی نگرانی میں ہو معقول معاوضہ اس خدمت قومی کا دیا جائے جو اُن کی عزت وشان کے شایاں ہو۔ بعض مجالس اسلامیہ نے جو چند مجہول النسب لاوارث عورتوں کو کرایہ کے مکانوں میں اوستانی بنا کر بٹھایا ہے ہم اُن کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اُن کے مکان [illegible] اُن کی تعلیم اور اُن کی صحبت کو ایسا نہیں سمجھتے کہ اُس پر ذرا بھی اعتماد کیا جاوے اور شرفاء کی بچیاں اُن کے سپرد کی جاویں۔ ہماری رائے میں جب تک شرفاء کی بہو بیٹیاں جن کی صحبت عام لوگوں کی لڑکیوں کو میسر آنی مشکل ہے اوستانی کا کام خود نہ کرینگی یہ تعلیم مفید ثابت نہ ہوگی۔

زنانہ مدارس کی باقی جزئیات پر اس جگہ بحث کرنا بے موقع ہے ان کی تفصیل اُس وقت تک ملتوی ہونی چاہئے جبکہ کوئی مجلس عملی طور پر کام شروع کرے۔

الحجاب

عورتوں کے متعلق جتنے امور کی نسبت بحث کی جاتی ہے اُن سب میں پردہ کی بحث نہایت اہم ہے کیا بلحاظ نتائج اور کیا بلحاظ اس امر کے کہ اُس میں تبدیل وترمیم کرنا سخت مشکل امر ہے پردہ حقیقت میں انسان کے لئے خواہ مرد ہو خواہ عورت فطری شے ہے۔ انسان کی فطرت میں اور خصوصاً عورات کی فطرت میں وہ اخلاقی اصول پایا جاتا ہے جو انسانی جماعت کے تہذیب یافتہ تمدن میں تربیت وتکمیل پا کر پردہ کہلاتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ انسان محض برہنہ پیدا ہوا ہے مگر وہ اپنے آپ میں ایک محرک پاتا ہے جو نہ صرف گرمی وسردی رفع کرنے کے لئے بدن کو چھپانے کی ترغیب دیتا ہے بلکہ بلالحاظ گرمی وسردی کے بعض اجزاء بدن کے چھپانے

کی خواہش پیدا کرتا ہے۔ اصول تہذیب انسانی جن کو شریعت نے تکمیل کو پہنچایا ہے اپنی ابتدائی فطرت میں اس دُھندلی سی حالت سے زیادہ وجود نہیں رکھتے اور اس امر کے ثبوت کے لئے کہ فلاں حکم شرعی مطابق اصول فطرت ہے یہی امر ضرور ہوتا ہے کہ انسان کی طبیعت میں اُس اصول کا جس کی بنیاد پر وہ حکم شرعی قایم ہوا دُھندلا سا نشان بتا دیں۔ ورنہ فطرت انسانی میں ان اصول کی تعیین وتخصیص وتصریح ملنی ناممکن ہے ۔

ہر انسان میں کسی قدر شرم وحیاء منجملہ دیگر اصول اخلاقی کے پائی جاتی ہے اور عورات میں خصوصًا اس اصول کی فطرتًا زیادہ تکمیل پائی جاتی ہے۔ یہی اصول وہ بیج ہے جو شریعت کی آبیاری سے پھول پھل کر پردہ کی تعیین وتخصیص کی خوبصورت شکل حاصل کرتا ہے۔ پس جو لوگ پردہ کو خلاف فطرت اور انسانی ایجاد تصور کرتے اور جن شریعتوں نے اُس کی تکمیل کی اُن کو خلاف فطرت سمجھکر جھوٹی بتلاتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔ البتہ یہ دیکھنا ہے کہ پردہ نے جو زمانہ حال میں ہندوستان کے مسلمانوں اور بعض دیگر ممالک کے مسلمانوں میں صورت اختیار کی ہے اور جس کی بعض ناواجب قیود اہل یورپ یا ہر صاحب انصاف کی نظر میں باعث تذلیل فرقہ اناث سمجھی جاتی ہیں اُس کا جواب دہ مذہب اسلام ہے یا کوئی اور۔ مذہب اسلام صرف اُس قدر پردہ کا جواب دہ ہے جس کو اُس نے اصول فطرت انسانی کی بناء پر مکمل کیا اور جو خود فطرت انسانی کے خالق کی مرضی ہے۔ مگر جس طرح مذہب اسلام کی اصلی تعلیم اکثر صورتوں میں بدل گئی یا لوگوں نے اُس پر عمل کرنا ترک کر دیا اسی طرح احکام پردہ کے باب میں حال ہوا ۔

کیسے تعجب کی بات ہے کہ کوئی لفظ قرآنی یا اصطلاح فقہی ایسی نہیں جسکو سُن کر اُن تمام خیالات

کا مجموعہ فوراً ہمارے دل میں آجاوے جو لفظ پردہ کے سُننے سے آتا ہے۔ لفظ پردہ نشین سے جو
خیال چار دیواری مکان میں شب و روز دم موت تک محصور رہنے اور کسی ضرورت کے لئے بھی
باہر نہ نکلنے اور بجز ماں باپ بھائی اور شوہر اور چند اور رشتہ داروں کے سب سے اپنی آواز اور
قد اور لباس وغیرہ کو عمر بھر چھپانے کا دل میں یک لخت گذر جاتا ہے وہ حجاب یا نقاب یا ستر
یا جلباب یا خمار سے ہرگز نہیں گذرتا۔ گویا شریعتِ محمدی ہندوستان کے سے پردہ سے بالکل
ناآشنا ہے ۔

مردوں کی فضیلت کے باب میں ہم نے جو کچھ بیان کیا چونکہ وہ نسبت عمل کے زیادہ تر
خیال اور رائے کا معاملہ ہے اس واسطے بجز اُن دلایل کے جو قرآن مجید سے مستنبط ہوتی ہیں
دیگر دلایل شرعی سے ہم نے کچھ تعرض نہیں کیا۔ مگر پردہ کا سوال مہمات رسوم ہندوستان سے
ہے اور اس رسم نے اب حکم شرعی کا رتبہ حاصل کر لیا ہے اس لئے ضرور ہے کہ ہم قرآن مجید اور
حدیث اور فقہ تینوں سے اس مسئلہ پر بحث کریں ۔

قرآن مجید کی صرف تین آیتیں ہیں جو پردہ کے متعلق سمجھی جا سکتی ہیں۔ پہلی آیت سورہ نور کی

قل للمومنین یغضومن ابصارھم ویحفظوا
فروجھم ذلک انکی لھم ان اللہ خبیر بما یصنعون
وقل للمومنات یغضضن من ابصارھن ویحفظن
فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا
ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن ولا یبدین زینتھن

ہے جس میں فرمایا ہے کہ ایمانداروں کو کہہ دے
کہ وہ اپنی آنکھیں ذرا نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں
کو محفوظ رکھیں کہ اس میں اُن کے لئے پاکیزگی
ہے۔ اللہ کو ان کے ہر ایک کام کی خبر ہے۔
ایماندار عورتوں کو بھی کہہ دے کہ وہ بھی اپنی آنکھیں

الا لبعولتهن او آباءهن ۔ ۔ ۔ او التابعین غیر اولی الاربۃ من الرجال او الطفل الذین لم یظہروا علی عورات النساء ولا یضربن بارجلہن لیعلم ما یخفین من زینتہن ۔ النور	نظر نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھیں اور سوائے اُس زینت کے جو کُھلی نظر آتی ہو اپنی اور کوئی زینت نہ دکھاویں اور اپنے گریبانوں پر اپنے دوپٹے ڈالے رکھیں اور اپنی زینت کسی پر نہ کھولیں ۔ مگر ہاں اپنے شوہر یا اپنے باپ ۔۔

یا ایسے مردوں پر جو کمیرے ہیں اور اور کچھ غرض نہیں رکھتے یا اُن لڑکوں پر جو عورتوں کے بھید نہیں پہچانتے اور عورتوں کو اپنے پاؤں زور سے مار کر نہیں چلنا چاہتے تاکہ اُن کا چھپا سنگار معلوم ہو ۔

پہلی آیت میں مردوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ اپنی نظر ذرا نیچی رکھیں اور پاکبازی اختیار کریں ۔ دوسری آیت میں اُنہیں الفاظ میں وہ ہی حکم اُسی قدر نظر نیچی رکھنے اور پاکبازی کا عورتوں کو دیا گیا ہے ۔ یہاں تک تو جس قدر حکم شرم وحیاء و پاکبازی کا عورتوں کو دیا گیا ہے اُتنا ہی مردوں کو دیا گیا ہے ۔ کوئی خاص پردہ عورتوں کے واسطے تجویز نہیں کیا گیا ۔ لیکن چونکہ عورتوں میں شرم وحیاء مردوں کی نسبت زیادہ ہے اس لئے اُسی زیادتی کے موجب اُس شرم و حیاء کو عمل میں بھی لانے کا حکم دیا گیا اور وہ یہ ہے کہ عورتوں کی حرکات ایسی نہیں ہونی چاہئیں کہ اُن کی زینت یا آرایش جو دوسرے آدمی کو بظاہر نظر نہیں آتی اُن حرکات سے اُس پوشیدہ زینت کی نمایش ہو ۔ عرب کی عورتیں اپنے گریبان کُھلے رکھتی تھیں اور چاک گریبان سے سینہ نظر آتا رہتا تھا جو موجب سخت بیحیائی کا تھا ۔ اس بے حیائی کو روکنے کے لئے گریبانوں پر

دوپٹہ ڈالنے یعنے ان کو چھپانے کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر فرمایا کہ اس قسم کی نمایش صرف شوہر یا باپ یا دیگر محرم رشتہ دار یا نوکر چاکر یا کم عمر بچوں کے روبرو جایز ہے۔ اس حکم میں جو بالتخصیص عورتوں کے لئے ہے دو امور قابل غور ہیں اول یہ کہ شوہر و دیگر محارم کے سوا اور کسی کو پوشیدہ حسن یا زیب و زینت کھول کر دکھانی ممنوع ہے۔ البتہ جس قدر خود بخود ظاہر نظر آتی ہو اُس کا نظر آنا ہر شخص کے روبرو جایز ہے۔ دوم یہ کہ گھروں میں چونکہ اس قسم کا تکلف درستی لباس کا ہر وقت قایم نہیں رہ سکتا جیسا باہر نکلنے میں کیا جاتا ہے اس لئے نوکر چاکروں کے روبرو بھی یہ تکلف کی سخت پابندی معاف ہے۔

دوسری آیت سورہ اخراب کی ہے جس میں عورتوں کو فرمایا کہ تم اپنے گھروں میں ٹھیرو

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ۔ الاحزاب

اور جس طرح ایام جاہلیت میں دکھاتے پھرنے کا دستور تھا اُس طرح مت دکھاتی پھرو۔ اس آیت میں صرف زمانۂ جاہلیت کی بے حیائی و بے شرمی کو کہ عورتیں سنگار کرکے اکھاڑوں میں جاتیں اور بے حیائی کے اشعار پڑھتیں منع فرمایا ہے اور صاف ظاہر ہے کہ گھر میں ٹھہرنے کا جو ذکر ہے وہ اُس آوارہ گردی زمانہ جاہلیت کے مقابلہ میں ہے اُس کا یہ منشاء ہرگز نہیں کہ جائز ضرورتوں کے لئے بھی گھر سے نکلنا ممنوع ہے بے شک شریف حیادار عورتوں کو ایسے ناپاک میلوں میں ہرگز نہیں جانا چاہئے بلکہ اپنے گھر ٹھیرنا چاہئے۔ اس آیت میں صرف ایام جاہلیت کی آوارگی کو روکا گیا پردہ سے آیت کا بالکل تعلق نہیں ہے۔ اس آیت سے یہ نہیں نکلتا ہے کہ ایام جاہلیت کی سی نمایش کے بغیر اور نہایت شریفانہ طور پر ضرورتاً عورات کا باہر نکلنا ممنوع ہے

نہ یہ نکلتا ہے کہ غیر محارم رشتہ داروں کا گھروں میں آنا اور عورات کا ان کے روبرو ہونا ممنوع ہے اور ان دونوں امور کا جواز سورہ نور کی آیت مذکورہ بالا سے ثابت ہے۔ بڑا قطعی ثبوت اس امر کا کہ اس آیت کو پردہ سے کچھ تعلق نہیں ہے یہ ہے کہ رسول خدا کے اخیر عہد تک ازواج مطہرات اپنے حوائج اور نماز اور عیدین کے لئے برابر باہر پھرا کرتی تھیں۔ اگر گھر میں ٹھیرنے کا حکم دینے سے ہر دم اور ہر آن گھر میں ٹھیرنا ضروری ہوتا اور حوائج ضروری کے لئے باہر جانا جایز نہ ہوتا تو ازواج مطہرات باہر کیوں نکلا کرتیں۔ حضرت عایشہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے سودہ بنت زمعہ کو باہر پھرتے دیکھ لیا تھا اور اس طرح پھرنے پر اعتراض کیا وہ جناب رسول خدا کے پاس واپس آئیں اور حال عرض کیا۔ آپ اُس وقت حضرت عایشہ کے حجرہ میں کھانا کھا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ نے اجازت دی ہے کہ تم اپنے ضروری کاروبار کے لئے باہر نکلا کرو۔

اذن اللہ لکن ان تخرجن لحوائجکن

علیٰ ہذا القیاس آنحضرت صلعم کے حضرت عایشہ کو حبشی بازیگروں کے تماشا دکھلانے کا قصہ مشہور ہے اور کتب حدیث میں درج ہے گو اُس کی نسبت امام نووی نے یہ لکھا ہے کہ اُس وقت حضرت عایشہ صغیر سن تھیں اور بلوغت کو نہ پہنچی تھیں اور نہ تب تک پردہ کا حکم نازل ہوا تھا۔ مگر یقیناً امام صاحب کا یہ خیال صحیح نہیں ہے یہ واقعہ مدینہ میں وفد حبشہ کے پہنچنے کے بعد کا ہے۔ اور وفد حبشہ کے پہنچنے کا زمانہ ارباب سیر نے سنہ ہجری لکھا ہے۔ مگر سنہ ہجری میں حضرت عایشہ کی عمر سولہ سال سے متجاوز تھی اور اُس وقت آیت حجاب نازل ہو چکی تھی ؛

یہاں یہ بات بھی بیان کرنی ضرور ہے کہ یہ آیت عورات عام اہل اسلام پر قابل اطلاق نہیں

ہے بلکہ اس آیت میں خطاب خاص ازواج رسول خدا صلعم کی طرف ہے جیساکہ اس سے پہلی آیت سے ظاہر ہے چنانچہ ہم دونوں آیتوں کو یہاں لکھتے ہیں۔ خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی کی عورتو۔

یا نساء النبی لستن کاحد من النساء ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض وقلن قولاً معروفاً ۚ وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیہ الاولی ۚ الاحزاب	تم ہر عام عورت کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم پرہیزگار ہو تو اس طرح دب کر بات مت کہو کہ جس شخص کے دل میں کھوٹ ہو اُسے لالچ پیدا ہو۔ تم معقول بات کہو۔ اور اپنے گھروں میں ٹھیرو اور جاہلیۃ کے دکھانے پھرنے کا دستور ترک کرو۔
یا ایھا النبی قل لازواجک وبنٰتک ونساء المؤمنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذلک ادنی ان یعرفن فلا یوذین ۚ الاحزاب	تیسری آیت بھی سورۂ احزاب کی ہے جہاں فرمایا ہے کہ اے نبی اپنی بیبیوں اور اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں کو کہہ دے کہ وہ چادریں اوڑھ

کر نیچے تک لٹکالیں۔ اس سے وہ غالباً پہچانی جائینگی اور پھر ان کو کوئی ایذا نہ دیگا۔ سورہ احزاب مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔ زمانہ نزول سورہ احزاب میں مدینہ میں اسلام کا پورا تسلط نہ ہوا تھا اور مسلمان باشندوں کی آزادی بجز یہودیوں اور منافقوں کے قول وقرار کے جسے وہ ہر وقت توڑ سکتے تھے اور کسی قانون کی حفاظت میں نہ تھی۔ اس وجہ سے مسلمانوں کو کفار سے طرح طرح کی ایذائیں پہنچتی رہتی تھیں۔ چنانچہ ایک تکلیف یہ بھی تھی کہ بدمعاش لوگ مسلمانوں کی عورتوں کو مدینہ میں چھیڑتے اور ٹوکتے اور دق کرتے رہتے تھے۔ منافقین جو ظاہر میں اپنے تئیں مسلمانوں کا دوست ظاہر کرتے تھے مسلمانوں کی عورتوں کو دق کرنے کے بعد یہ عذر کر دیتے تھے کہ ہم نے پہچانا نہیں تھا کہ یہ تمہاری

عورتیں ہیں۔ لاچار مسلمان عورتوں نے شرما کر نکلنا چھوڑ دیا اور یہ سخت باعث تکلیف و حرج کا ہوا۔ اس پر خدا تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ وہ اپنی چادریں کسی قدر نیچے تک لٹکا کر آئیں جائیں اور وہ اس شریفانہ وضع سے جس کا عام طور پر سب کو حکم دے دیا گیا بآسانی شناخت ہو جایا کرینگی کہ یہ خاتونان اہل اسلام ہیں اور پھر منافق ستانے سے باز رہینگے۔ پس اس آیت کو بھی غیر محارم کے روبرو ہونے کے جواز یا عدم جواز سے تعلق نہیں۔ بلکہ منافق جو عدم شناخت کے بہانہ سے مسلمانوں کی عورتوں کو ستاتے تھے اُن کی ایذاء سے بچنے کے لئے ایک خاص شریفانہ وضع سے جو سب کے لئے بطور علامت ہو نکلنے کے لئے حکم دیا گیا ہے۔ بجائے اس کے کہ اس آیت سے ہندوستان کے سے پردہ کی تائید ہو حالت ایذاء یابی میں بھی بلا نقاب وغیرہ جس کا اس آیت میں کہیں اشارہ تک نہیں صرف چادر کو اس طرح اوڑھ کر کہ وہ کسی قدر لٹکی رہے بلا شرط اس امر کے کہ اُس سے چہرہ چھپ جائے باہر نکلنے کی اجازت دی گئی ہے ؞

جو آیتیں اوپر مذکور ہوئیں ان کے سوا اور کوئی آیت قرآن مجید میں پردہ کے متعلق نہیں ہے۔ پس قرآن مجید اگر جواب دہ ہے تو صرف اس قدر پردہ کا ہے جو ان آیتوں میں بیان ہوا اور جو سراسر مطابق عقل و فطرت انسانی ہے۔ قرآن مجید اُن خرابیوں کا جواب دہ نہیں ہو سکتا جن کا موجب وہ پردہ ہے جس کا اشارہ تک کلام الٰہی میں نہیں ملتا اور جس کے موجد صرف مسلمانانِ ہندوستان ہیں ؞

قبل اس کے کہ ہم قرآن مجید کی بحث ختم کریں ایک اور آیت کا بھی ذکر کرنا مناسب ہے جس کو ممکن ہے کہ لوگ غلطی سے پردہ کے متعلق سمجھیں۔ ہماری مراد سورہ احزاب کی اُس آیت سے ہے جہاں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب تم کو اُن (عورتوں) سے کوئی چیز مانگنی ہو تو پردہ کے پیچھے

واذا سألتموهن متاعاً فسئلوهن من وراء حجاب ذٰلكم اطهر لقلوبكم وقلوبهنّ

سے مانگو۔ کہ یہ امر تمہارے لئے اور اُن عورتوں کے لئے دل کی پاکیزگی کا موجب ہے۔ یہ آیت اول تو ازواج مطہرات پیغمبر خدا سے متعلق ہے جن کی نسبت خدا تعالیٰ نے عام عورات سے علٰحدہ کچھ احکام دئے تھے چنانچہ اگلی پچھلی آیات کے پڑھنے سے بخوبی ثابت ہے۔ اس کے علاوہ یہ آیت تعلق رکھتی ہے اُس حکم سے جس کے رو سے بلا اجازت پیغمبر خدا کے گھر میں جانے کی ممانعت کی گئی ہے اسی مضمون کا حکم جملہ اہل اسلام کی نسبت سورۂ نور میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے

یا ایها الذین آمنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستأنسوا وتسلموا علی اهلها ذالکم خیر لکم لعلکم تذکرون ۔ فان لم تجدوا فیها احداً فلا تدخلوها حتی یؤذن لکم وان قیل ارجعوا فارجعوا هو ازکی لکم

کہ اے ایماندار لوگو اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں داخل نہ ہوتا وقتیکہ اجازت نہ لے لو اور گھر والوں کو سلام نہ کر لو۔ یہ تمہارے لئے اچھا ہے شاید تم نصیحت حاصل کرو۔ اگر تم گھر پر کسی کو نہ پاؤ تو جب تک تم کو اجازت نہ ملے اُن میں داخل مت ہو۔ اور اگر تم کو واپس چلے جانے کو کہا جاوے تو تم واپس چلے جاؤ۔ کہ یہ تمہارے لئے پسندیدہ ہے*

سب آدمی مرد ہوں یا عورت اپنے مکان پر جب کوئی غیر شخص موجود نہ ہو بے تکلفی سے رہتا ہے اور اُس طور کی پابندی لباس کی ملحوظ نہیں رکھتا جس قدر غیروں کے روبرو کرنی پڑتی ہے۔ ایسی صورت میں غیر آدمی کا یک لخت بلا اطلاع چلا آنا اور صاحب خانہ کو ملاقات کے لئے تیار ہونے کی مہلت نہ دینا ہمیشہ خلاف تہذیب اور موجب حرج اور بعض اوقات مخل پردہ شرعی ہوتا ہے۔ اس واسطے اس طرح بلا اجازت ایک دوسرے کے گھر میں جانے کی ممانعت کی گئی

ہے ؀

اسی طرح کا حکم پیغمبر خدا صلعم کے گھر میں داخل نہ ہونے کے باب میں سورہ احزاب کی آیت مذکورہ صدر میں دیا گیا ہے اور اُس کے ساتھ یہ فرمایا گیا کہ اگر کوئی چیز گھر میں سے منگانی مطلوب ہو تو پردہ کے پیچھے سے منگالو۔ یعنے جب گھر میں ملاقات کی نظر سے جانا منظور ہی نہیں بلکہ صرف کوئی چیز لینی ہے تو تمام گھر والوں کو اطلاع دینا کہ وہ سب ملاقات کے لئے بلحاظ درستی لباس وغیرہ تیار ہو جائیں کچھ ضرور نہیں ہے اور ذرا ذرا سی چیز کے لئے گھر والوں کو گھڑی گھڑی اس طرح تکلیف دینا کیا حاصل۔ بہتر ہے کہ گھر کی عورتیں جس حال میں ہیں اُسی میں رہیں تم پردہ کے پیچھے سے جو چیز مانگنی ہے مانگ لو۔ عموماً ہر شخص کو یہ امر پیش آتا ہے کہ گرمی کی شدت کے وقت یا کسی کام میں حد سے زیادہ مصروفیت کی وجہ سے گھر میں عورتوں کو یہ خیال نہیں رہتا کہ اُن کے سر پر ٹھیک طور پر دوپٹہ ہے یا نہیں۔ یا بوجہ علالت یا کسی اور باعث سے وہ ایسی آزادگی کے ساتھ اپنے گھر میں لیٹی ہوئی ہیں کہ غیر کے روبرو وہ آزادگی جایز نہیں ہو سکتی ایسی صورتوں میں اگر مردانہ مکان میں چند آدمی جمع ہوں جن کے لئے کبھی پان کے واسطے اور کبھی پانی کے واسطے اور کبھی حقہ یا کسی اور شے کے واسطے کسی مرد کو اندر آنے کی ضرورت پڑے تو اب کس قدر دقت ہے اگر ہر دفعہ وہ شخص اندر آنے کی اجازت طلب کرے اور ہر بار گھر کی سب عورتیں مودبانہ قرینہ سے بیٹھیں۔ اس سے بہتر ہے کہ وہ پردہ کے باہر سے جو کچھ مانگنا ہو مانگ لے ؀

یہاں تک جو کچھ ہم نے لکھا وہ اُس تفسیر کی بناء پر تھا جو ہم خود الفاظ قرآن مجید کے سمجھتے

ہیں۔ اب یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ ہمارے علماء فقہ جن کا خاص کام قرآن مجید سے احکام کا استنباط کرنا ہے اس باب میں کیا لکھتے ہیں۔ فتاوی عالمگیری میں پردہ کی بحث کو نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اور اس کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اول مرد کا مرد کو دیکھنا۔ دوم عورت کا عورت کو دیکھنا۔ سوم عورت کا مرد کو دیکھنا۔ چہارم مرد کا عورت کو دیکھنا پہلی تین صورتوں میں لکھا ہے کہ جس قدر حصہ بدن مابین ناف و زانو کے ہے اُس کا دیکھنا ناجایز ہے۔ اور صورت چہارم کے پھر چار اقسام کئے ہیں اول مرد کا اپنی بی بی و لونڈی کو دیکھنا۔ ثانی مرد کا اپنی ذوات محارم کو دیکھنا ثالث مرد کا اجنبی آزاد عورت کو دیکھنا۔ رابع مرد کا غیر کی لونڈیوں کو دیکھنا۔ ہم صورت اول و رابع کو بیان کرنا غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ صورت ثانی یعنے ذوات محارم کے دیکھنے کی نسبت فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے کہ ذوات محارم (مثلاً ماں بہن وغیرہ) کی

اما نظرہ الی ذوات محارمہ فنقول یباح لہ ان ینظر منہا الی موضع زینتہا الظاھرۃ والباطنۃ وھی الراس والشعر والعنق والصدر والاذن والعضد و الساعد والکف والساق والرجل والوجہ	ظاہری اور باطنی زینت کے مقام کو دیکھنا جایز ہے اور وہ یہ ہیں۔ سر۔ بال۔ گردن۔ سینہ۔ کان بازو۔ پہونچا۔ ہتیلی۔ پنڈلی۔ پاؤں۔ چہرہ ٭
اما النظر الی الاجنبیات فنقول یجوز النظر الی موضع الزینۃ الظاھرۃ	صورت ثالث کی نسبت فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے کہ اجنبی عورتوں کی طرف نظر کرنے کے باب میں ہماری یہ رائے ہے کہ اُن کی زینت ظاہری کے مقامات یعنے چہرہ اور ہتیلی کی طرف نظر کرنا جایز ہے۔ (ذخیرہ میں اسی طرح لکھا ہے)

منهن وذلك الوجه والكف في ظاهر الرواية كذا في الذخيرة وروى الحسن عن ابي حنيفةؒ يجوز النظر الى قدمها ايضاً وفي رواية اخرى عنه قال لا يجوز النظر الى قدمها وفي جامع البرامكه عن ابي يوسفؒ انه يجوز النظر الى ذراعيها ايضاً عند الغسل والطبخ

اور حسن نے ابوحنیفہ رضہ سے روایت کی ہے کہ اجنبی عورتوں کے پانوں کی طرف نظر کرنا بھی جایز ہے اور اُنہیں سے ایک اور روایت میں یوں ہے کہ اُن کے قدموں کی طرف نظر کرنا جایز نہیں اور جامع البرامکہ میں ابویوسف سے مروی ہے کہ اجنبی عورتوں کی باہنوں کی طرف بھی جو کسی چیز کے دھونے یا پکانے میں کھُلی ہوں نظر کرنا جایز ہے ٭

لا باس للرجل ان ينظر من امه و ابنته البالغة واخته وكل ذات محرم منها الى شعرها وصدرها وراسها وثديها وعضدها وساقها ولا ينظر الى ظهرها وبطنها ولا الى ما بين سرتها الى ان تجاوز الركبة

پھر فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے کہ الکافرۃ کالمسلمۃ۔ یعنے کافر عورت اور مسلمان عورت کا یکساں حُکم ہے۔ فتاوی قاضی خاں میں ذوات محارم کی طرف نظر کرنے کے باب میں یہ لکھا ہے کہ کچھ مضایقہ نہیں کہ آدمی اپنی ماں اور بالغ بیٹی اور بہن اور ہر ذی محرم کے بال۔ چھاتی۔ سر۔ پستان۔ بازو۔ پنڈلی کی طرف نظر کرے۔ مگر اُس کی پشت اور شکم اور مابین ناف و زانو نظر نہ کرے ٭

ما لا يكره النظر اليه لا باس بان يمسها بلا حايل بلا شهوة الا الاجنبية فانه لا باس بالنظر الى وجهها ويكره المس ـ

لا يجوز ان ينظر الرجل الى الاجنبية
الا الى وجهها وكفيها لقوله تعالى لا
يبدين زينتهن الا ما ظهر منها۔
قال علی وابن عباس رضی الله عنهما
ما ظهر منها الكحل والخاتم والمراد
موضعهما وهو الوجه والكف كما ان المراد
بالزينة المذكورة مواضعها ولان فی
ابداء الوجه والكف ضرورة لحاجتها
الى المعاملة مع الرجال اخذا او
اعطاء او غير ذلك وهذا تنصيص
على انه لا يباح النظر الى قدمها
وعن ابی حنيفة رح انه يباح لان فيه
بعض الضرورة وعن ابی يوسف رح
انه يباح النظر الى ذراعيها ايضا
لانه قد يبدو منها عادة فان كان
لا يامن الشهوة لا ينظر الى
وجهها الا لحاجة ؎

پھر آگے چل کر اسی فتاوی میں لکھا ہے کہ
جس جس عورت کی طرف نظر کرنا مباح نہیں اُس کے
جسم کو بلا کپڑے مس کرنے میں بھی کچھ مضایقہ نہیں
بشرطیکہ مس کرنے میں خواہش بد نہ ہو مگر یہ حکم اجنبی
عورات سے متعلق نہیں کیونکہ اُن کے چہرے کو
دیکھنا تو جایز ہے مگر چھونا مکروہ ہے *
ہدایہ میں اس مسئلہ کو یوں لکھا ہے کہ جایز
نہیں کہ مرد اجنبی عورت کا بدن سوائے چہرہ اور
ہتیلی کے دیکھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ
عورتیں اپنی زینت بجز اس قدر کے جو کھلی رہتی
ہے نہ دکھلاویں۔ علی اور ابن عباس رضی اللہ
عنہما نے کہا ہے کھلی زینت سرمہ اور انگشتری ہیں
اور اُن سے مراد اُن کی جگہ ہے یعنے چہرہ اور
ہتیلی جسطرح زینت سے مراد زینت کی جگہ ہے
اور اس حکم کی وجہ یہ ہے کہ چہرہ اور ہاتھ کے کھولنے
کی ضرورت رہتی ہے کیونکہ مردوں کے ہمراہ دینے
لینے وغیرہ معاملات کی حاجت پڑتی ہے اس لئے

لظاهران المقصود من نقل قول علی وابن عباس ھٰھنا انما ھو الاستدلال علی جواز ان ینظر الرجل الی وجہ الاجنبیۃ وکفیھا بقولھما فی تفسیر قولہ تعالی الا ما ظھر منھا فان فی تفسیرہ اقوالاً من الصحابۃ لا یدل علی المدعی ھٰھنا شئ منھا سوی قولھما لکن دلالۃ قولھما علی ذلک غیر واضح ایضاً اذ الظاھر ان موضع الکحل ھو العین لا الوجہ کلہ وکذا موضع الخاتم ھو الاصبع لا الکف کلہ والمدعی جواز النظر الی وجہ الاجنبیۃ کلہ والی کفیھا بالکلیۃ

۱- ان امراۃ عرضت نفسھا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنظر الی وجھہا ولم یر فیھا رغبتہ

۲- ان اسماء بنت ابی بکر دخلت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ نص ہے اس بات پر کہ اجنبی عورت کے پانوٗ کا دیکھنا جایز نہیں ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رہ سے روایت ہے کہ پانوٗں کا دیکھنا بھی جایز ہے کیونکہ اُس میں بھی کچھ نہ کچھ ضرورت ہے اور امام ابویوسف رہ کا یہ قول ہے کہ اجنبی عورت کی باہوں کا دیکھنا بھی جایز ہے کیونکہ عادۃً وہ بھی کھُلی رہتی ہیں۔ لیکن اگر مرد شہوت سے مامون نہ ہو تو ضرورت کے سوا اجنبی عورت کے چہرہ کو بھی نہ دیکھے ء

صاحب فتح القدیر نے ہدایہ کی اُس استدلال پر جو قول علی و ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کیا گیا ہے سخت نکتہ چینی کی ہے چنانچہ لکھا ہے کہ ظاہر ہے کہ اس مقام پر علی اور ابن عباس کا قول نقل کرنے سے یہ مقصود ہے کہ قولہ تعالیٰ الا ما ظہر منہا کی تفسیر میں جو ... ہے اُس کے ذریعہ سے ... کہ مرد کو اجنبیہ ...

وعليها ثياب رقاق فاعرض عنها
رسول الله صلعم قال يا اسماء ان المراة
اذا بلغت المحيض لم يصلح ان يرى
منها الا هذا وهذا واشار الى وجهه وكفيه

۳- ان فاطمة رضی الله عنها لما ناولت
احد ابنيها بلالا او انسا قال رايت كفها
فلقة قمر اى قطعة فدل على
انه لا باس بالنظر الى وجه المراة
وكفها۔

۴- عن سهل بن سعد قال جاءت امراة
الى رسول الله صلعم فقالت يا رسول الله
جئت لاهب لك نفسي فنظر اليها
رسول الله فصعد النظر و
صوبه ۔ بخاری

۵- هريرة قال خطب رجل
صلعم انظر اليها
منها

کیونکہ اس آیت کی تفسیر میں صحابہ کے متعدد اقوال
ہیں مگر علی اور ابن عباس کے قول کے سوا
اور کسی قول سے وہ مطلب حاصل نہیں ہوتا جس کا
ثابت کرنا یہاں مطلوب ہے۔ لیکن ان کا قول بھی
استدلال مطلوبہ کے لئے غیر واضح ہے کیونکہ ظاہر ہے
کہ سرمہ کی جگہ آنکھ ہے نہ کہ کل چہرہ اور اسی طرح
انگشتری کی جگہ انگلیاں ہیں نہ کہ کل ہاتھ۔ اور جو امر
ثابت کرنا ہے وہ یہ ہے کہ اجنبی عورت کے کل چہرہ
اور کل ہتیلی کی طرف نظر کرنا جایز ہے۔ لیکن صاحب
فتح القدیر کا اس نکتہ چینی کرنے سے یہ منشا نہیں
کہ اجنبی عورت کے کل چہرہ اور ہتیلی کا دیکھنا ناجایز
ثابت کیا جائے بلکہ صرف یہ ہے کہ اس باب میں
علی اور ابن عباس کے قول سے استدلال
کرنا خوب نہیں ہے۔ چنانچہ انہوں نے خود آگے
چل کر تین احادیث سے استدلال کر کے اجنبی
عورت کے کل چہرہ اور ہتیلی کے دیکھنے کا جواز
ثابت کیا ہے۔ پہلی حدیث میں جو انہوں نے لکھی

مسلم ونسائی۔

عن المغیرہ بن شعبہ قال خطبت الی امراۃ فقال لی رسول اللہ صلعم ھل نظرت الیھا۔ قلت لا۔ قال فانظر فانہ احری ان یودم بینکما (نسائی۔ ترمذی)

عن جابر بن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا خطب احدکم المراۃ فان استطاع ان ینظر الی مایدعوہ الی نکاحھا فلیفعل فخطبت جاریۃ فکنت اتخبألھا حتی رأیت منھا مادعانی الی نکاحھا وتزویجھا۔

ظاھر الاحادیث انہ یجوز النظر الیھا سواء کان ذلک باذنھا ام لا (نیل الاوطار)۔

قد وقع الخلاف فی الموضع الذی یجوز النظر الیھا من المخطوبہ۔ فذھب الاکثر الی انہ یجوز النظر الی الوجہ

ہے بیان کیا گیا ہے کہ ایک عورت نے اپنے تئیں رسول اللہ صلعم پر پیش کیا۔ پس آپ نے اُس کے چہرہ پر نظر کی اور اُس کی طرف اپنی رغبت نہ پائی۔

۲۔ دوسری حدیث یہ ہے کہ اسماء بنت ابوبکر باریک کپڑے پہنے ہوئے تھی رسول اللہ صلعم کے پاس آئی رسول اللہ صلعم نے اپنا مُنہ اُس کی طرف سے پھیر لیا اور کہا کہ اے اسماء جب لڑکی بالغ ہوجائے تو مناسب نہیں کہ اُس کا بدن سوائے اس کے اور اس کے (مُنہ اور ہاتھ کی طرف اشارہ کرکے) نظر آوے۔

۳۔ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنا کوئی سا بیٹا بلال یا انس کو دیتیں تو بلال یا انس کہا کرتے تھے کہ ہمیں حضرت فاطمہ کا ہاتھ چاند کا ٹکڑا سا معلوم ہوا کرتا تھا۔ پس ثابت ہوا کہ عورت کے مُنہ اور ہاتھ کی طرف نظر کرنے میں کچھ مضایقہ نہیں ہے۔

یہ روایات تو عام طور پر مُنہ اور ہاتھ کے کھلے رہنے کے جواز میں ہیں۔ ان کے علاوہ وہ روایات

والکفین ۔ وقال داود یجوز النظر الی جمیع البدن (نیل الاوطار)	ہیں جن سے نکاح کے ارادہ سے عورت کو دیکھنا نہ صرف جائز بلکہ مستحب ثابت ہوتا ہے یہی روایات کثرت سے ہیں ۔ ہم اس جگہ صرف تین چار احادیث

کا ذکر کرتے ہیں ۔

آنحضرت صلعم کے پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ یا رسول اللہ میں اس لئے آئی ہوں کہ اپنے تئیں آپ کے سپرد کردوں ۔ آپ نے اُس کو خوب دیکھا بھالا ۔ بخاری

ایک شخص نے کسی عورت سے خواستگاری کی آنحضرت نے فرمایا کہ اُس کو پہلے دیکھ لے کیونکہ انصار مدینہ کی آنکھوں میں کچھ عارضہ ہوتا ہے ۔ مسلم و نسائی

مغیرہ بن شعبہ نے کسی عورت سے خواستگاری کی آپ نے فرمایا کہ اُس کو دیکھ بھی لیا ہے اُس نے کہا نہیں ۔ کہا پہلے دیکھ لے تاکہ تم میں الفت زیادہ ہو ۔ نسائی و ترمذی

جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جب تم کسی عورت سے خواستگاری کرو تو حتی الامکان جس وصف کے طالب ہو اُس کو دیکھ لو ۔ چنانچہ میں نے جب ایک عورت سے خواستگاری کی تو اُس کو دیکھا کرتا تھا یہاں تک کہ میں نے اُس میں وہ وصف پالیا جو مجھے مطلوب تھا ۔

ظاہر احادیث سے یہ نکلتا ہے کہ عورت کو دیکھنا جائز ہے ۔ خواہ اس دیکھنے کا علم عورت کو ہو یا نہ ہو ۔ نیل الاوطار

اس امر میں اختلاف ہے کہ جس عورت سے خواستگاری کرنی ہو اُس کے جسم کا کس قدر حصہ دیکھنا جائز ہے ۔ زیادہ تر میلان رائے کا اس طرف ہے کہ صرف مُنہ اور دونوں ہاتھ دیکھنے

جائز نہیں۔ مگر وہ دُوسے کہا ہے کہ اس کے تمام جسم کا دیکھنا جائز ہے۔ نیل الاوطار

جس قدر آیات قرانی اور روایات فقہی اور احادیث اوپر مذکور ہوئیں اُن سے احکام ذیل حاصل ہوئے عورات اجنبیہ کا پردہ جو متفقاً از روے شریعت ثابت ہے وہ یہ ہے کہ۔

۱۔ چہرہ اور ہاتھ کے سوا تمام جسم چھپایا جائے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک پاؤں کا پردہ ضرور نہیں۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک جن کی راے پر تمام حنفی لوگ فتویٰ دیتے ہیں عورات اجنبیہ کی باہیں بھی پردہ میں داخل نہیں +

۲۔ اگر کوئی شخص مغلوب الشہوت ہو تو وہ عورات اجنبیہ پر نظر نہ کرے +

۳۔ اس باب میں عورات اہل اسلام و کفار کا یکساں حکم ہے +

۴۔ نکاح کی غرض سے مرد کا عورت کو دیکھنا نہ دیکھنے کی نسبت جناب پیغمبر علیہ السلام کے ارشاد کے موافق زیادہ پسندیدہ ہے۔

پہلے حکم کے رو سے ہندوستان کی عورات اہل اسلام کا وہ لباس بالکل خلاف شرع ٹھیرتا ہے جس کا دستور دہلی اور لکھنؤ کی شریف زادیوں میں ہو رہا ہے کہ اُس میں کُرتی اس قدر اونچی ہوتی ہے کہ پاجامہ کے نیفہ اور کرتی کے کنارہ کے درمیان نہایت بے حیائی سے شکم نظر آتا رہتا ہے۔ اور جن کی آستینیں اتنی چھوٹی ہوتی ہیں کہ امام ابو یوسف کے فتوے سے بھی جس سے صرف کہنیوں سے نیچے تک کے حصہ کے برہنہ ہونے کا جواز نکلتا ہے اس بے شرمی کی حمایت نہیں کی جاسکتی۔ علاوہ اس بے شرمی کے جو بازوؤں اور پیٹ کی برہنگی کھلنے سے متصور ہے سب سے بڑی آفت جو دہلی و لکھنو کی عورات پر آئی ہے یہ ہے کہ وہ ایسی باریک ململ اور تن زیب اور نینگ

کا لباس پہنتی ہیں کہ اُس سے درحقیقت شکم وسینہ وپشت کا جس کا چھپانا قرآن مجید سے صریحاً ظاہر
ہے تقریباً بالکل برہنہ رہتی ہیں۔ بڑے پائچوں کے پاجامے بھی گو بظاہر نہایت پردہ کی چیز ہیں
مگر ایک طرح مخل ستر ہوتے ہیں یعنے بہت بڑے ہونے کی وجہ سے بغیر اس کے کہ ان کو اُٹھا کر چلیں
چلنا پھرنا مشکل ہے اور اُن کو اُٹھا کر چلنے سے کسی قدر حصہ پنڈلیوں کا برہنہ ہوجاتا ہے۔ دیہات
میں عموماً دہلی کی سی بانکی کرتیاں تو نہیں پہنی جاتیں بلکہ اُن کی بجائے کرتے پہنے جاتے ہیں مگر
اُن کے گریبان کھُلے رہتے ہیں جس میں سے کسی قدر چھاتی کا بالائی حصہ نظر آتا رہتا ہے۔ غرض
ہندوستانی لباس عورات میں اُس حُکم خداوندی کی جس کے رو سے چہرہ اور ہاتھ کے سوا کُل جسم
اور پوشیدہ خوبصورتی کے چھپانے کی سخت تاکید فرمائی گئی ہے ذرا بھی تعمیل نہیں ہوتی۔ اور کچھ شک
نہیں کہ اس قسم کا لباس پہننا بالکل حرام ہے۔ یہ بے حیائی کا لباس پہنا کر اُن کو چار دیواری میں
قید کرنا اور اُن کو ہوائے تازہ میں جو صحت کے لئے طبعاً اُن کو اُسی قدر ضرور ہے جس قدر مردوں
کو برقع اوڑھ کر بھی نہ نکلنے دینا پرلے درجہ کی حماقت ہے۔ اور عورتوں پر صریح ظلم۔ ہماری دانست
میں شرعی لباس پہنکر اور دوپٹہ ایسی طرح اوڑھ کر کہ سر کا کوئی حصہ برہنہ نہ رہے کھُلے چہرہ اور ہاتھوں
سے ایسے اجنبی اشخاص کے روبرو جن پر اُن کے شوہروں اور والدین کو نیک چلنی کا اعتبار ہو
اپنے محرم عزیزوں کی موجودگی میں بشرط ضرورت روبرو ہونا لوگوں کے خیال میں کیسا ہی معیوب ہو مگر
خدا اور رسول کے احکام کے مطابق ہے اور اُس بے حیائی سے جو گھروں میں رہ کر لباس حرام کے
ذریعہ سے عمل میں آتی ہے بدرجہا بے عیب اور بے گناہ ہے۔ اس عملدرآمد پر اگر کوئی شرعاً اعتراض
ہوسکتا ہے تو شاید صرف یہ ہو کہ لوگ اجنبی عورات کو اس طرح باہر نکلتا دیکھ کر نظر بد سے تاکا کرینگے۔

مگر اس کا جو علاج ممکن تھا وہ شرع نے خود بتلا دیا۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اگر گناہگار ہونگے تو خود بدنظر لوگ ہونگے نہ کہ وہ بیگناہ عورات جو اپنے حاجات ضروری کو نکلتی اور خدا کی دی ہوئی آزادی کو برتتی ہیں۔ اس کا علاج یہ ہی ہو سکتا تھا اور یہ ہی شرع نے بتایا کہ جو لوگ شہوت سے باہوں نہوں اور اُنہیں خوف ہو کہ ہم میں اس قدر تمیز اور انسانیت نہیں ہے کہ پرائی عورت کو دیکھیں اور اپنے قواے شہوانی کو قابو میں رکھ سکیں تو اُن کو چاہئے کہ اپنے تئیں عورتوں پر نظر ڈالنے سے بچائے رکھیں۔ اُن بدمعاشوں کی خاطر نصف دنیا قید نہیں کی جا سکتی۔ کل کو اگر بدنیت لوگ دوسروں کا مال دولت دیکھ کر چوری کی نیت یا طمع ظاہر کرنے لگیں تو کیا لوگوں کو منع کیا جاویگا کہ وہ خلقت پر اپنے متاع کا اظہار نہ کریں۔ یا اگر چند بھوکے بدمعاش چاہیں کہ حلوائی کی دوکان پر سے آنکھ بچا کر مٹھائی پر جھپٹا ماریں تو کیا حلوائیوں کو اپنی دوکانیں بند کر دینی چاہئیں کیوں اُن حرامزادوں کو پولیس میں گرفتار نہ کروایا جاوے۔ معہذا یہ کیسی اُلٹی سمجھ ہے کہ یا تو اس قدر اتقاء کہ عورتوں کو باہر نکلنے سے بایں نظر منع کیا جائے کہ دوسرے لوگ اپنی بدنظری کی وجہ سے گنہگار اور اقارب عورات گناہ کی مددگار نہ ٹھیریں۔ اور یا اس قدر بیباکی کہ اہل ہنود اور انگریزوں کی بیبیوں کو خوب گھور گھور کر دیکھنے سے خود مرتکب گناہ ہوں گیا اعانت گناہ ارتکاب گناہ سے بھی بدتر چیز ہے۔ شریعت نے عورتوں کو نکلنے کی ممانعت کرنے کی بجائے یوں حکم دیا ہے کہ مرد خود اُن کے دیکھنے سے بچیں اگر اُنہیں خوف بدنظری ہو۔ پس یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ چونکہ اہل ہنود اور عیسائی اپنی بیبیوں کو نکلنے دیتے اور ہمارے روبرو آنے دیتے ہیں اس لئے ہم پر گناہ نہیں ہے۔ شریعت کا حکم ایسی صورتوں میں خود مردوں کو بچنے کے لئے ہے نہ عورتوں کو

تمہارے گناہگار ہونے کے خوف سے گھروں میں گھُسے رہنے کا۔ اگر تم اپنے تئیں مامون عن الشہوت سمجھتے ہو تو کیا وجہ ہے کہ باقی جہان کو فاسق وفاجر جانتے ہو۔ کیا یہ قابل یقین ہے کہ تم جہان بھر کی عورتوں کو پاک نظر سے دیکھتے ہو باقی اور سب جہان بدنظر ہے۔ اور اگر تم بھی باقی لوگوں کی طرح ہو تو کیوں اس گناہ سے بچنے کی کوشش نہیں کرتے ہو۔ کیا رسول خدا صلعم نے نہیں فرمایا کہ لک الاولیٰ وعلیک بالثانیہ۔ یعنے اجنبی عورت پر پہلی نگاہ جایز ہے مگر جب نظر پاک نہ رہے تو دوبارہ قصداً دیکھنے سے بچے۔ اہل اسلام نے بالکل خلاف شریعت عمل کیا ہے کہ بجائے اس کے عورتوں کو پردہ شرعی کے ساتھ نکلنے دیں اور خود اُن کو بدنظری کی نیت سے دیکھنے سے بچیں یہ کیا ہے کہ عورتوں کو تو گھروں میں سے نکلنے سے منع کر دیا۔ مگر خود عورتوں کا تاکنا بند نہیں کیا۔ اور گرجاؤں اور باغوں اور میلوں میں جا جا کر غیر اقوام کی عورات کو جو اُن کے لئے مثل اپنی ماں بہنوں کے ہیں بُری نظر سے دیکھتے ہیں کیا سنت نبوی پر چلنے کے یہی معنے ہیں؟ مسلمان شیخی میں اور سچے دین کے گھمنڈ پر غیر مسلم قوموں کو جو چاہیں کہا کریں۔ ہمیں پردہ کی حقیقت اور ماہیت بتلانے اور اس کا اندازہ سمجھانے کے لئے راماین کے ایک واقعہ سے بہتر مثال نہیں ملی۔ رام چندر جی کی بیوی سیتاجی کو جب راون لیگیا تو رام چندر جی اُس کی تلاش میں نکلے اور اپنے بھائی لچھمن جی کو بھی ساتھ لیا۔ اثناء سفر میں سیتاجی کے دو زیور جن میں سے شاید ایک کرن پھول تھا اور دوسرا کوئی زیور پانوں کا تھا راہ میں گر پڑے۔ دیانت داری کا عہد تھا کوئی راہگیر اُٹھا کر راجہ کے پاس لے آیا۔ اور راجہ نے حکم دیا کہ زیور کے مالک کو تلاش کیا جائے۔ چنانچہ جو مسافر وہاں سے گذرتے تھے اُن کو وہ زیور بغرض شناخت دکھایا جاتا تھا۔ اتفاق

ایسا ہوا کہ رامچندر جی کا گذر بھی اُس علداری میں ہوا اور اُن کے روبرو بھی وہ زیور پیش ہوا۔ انہوں نے فوراً وہ زیور پہچان لیا۔ مگر بغرض اطمینان اپنے چھوٹے بھائی سے پوچھا کہ دیکھو یہ تمہاری بھابی کا ہی زیور ہے نا؟ لچھمن جی کا جواب سننے کے قابل ہے؟ انہوں نے کہا کہ پاؤں کا زیور تو بیشک اُن کا ہی ہے۔ میں اسے بخوبی پہچانتا ہوں کیونکہ میں ہمیشہ اُن کی قدمبوسی کرتا تھا۔ مگر کان کے زیور کی نسبت میں کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ میں نے اُن کے چہرہ پر اس دھیان سے کبھی نظر نہیں ڈالی کہ میں اُن کا زیور شناخت کر سکوں۔ اس فقرہ سے لچھمن جی کا کیسا اعلےٰ درجہ کا اتقاء پایا جاتا ہے اور اپنے پیارے بھائی کی آبرو اور ناموس کا کس قدر لحاظ ثابت ہوتا ہے۔ بس یہ ہے پردہ۔ اور یہ ہے احصان۔ گارے اینٹ کی دیواروں یا کپڑوں کے غلافوں کے پردے اصلی پردہ نہیں ہیں۔

ہماری گذشتہ تقریروں پر چند شبہات پیدا ہونے ممکن ہیں۔ پس مناسب ہے کہ اُن کو بھی بیان کر دیا جاوے اور اُن کا جواب دیا جاوے۔

شبہ اوّل۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی عورت کے پاس بغیر موجودگی کسی رشتہ دار محرم کے تنہا نہیں جانا چاہئے کسی نے پوچھا کہ کیوں حضرت شوہر کے بھائی کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے آپ نے فرمایا کہ شوہر کا بھائی تو موت ہے پس اس حدیث سے جو متفق علیہ ہے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورت کا دیور اور جیٹھ کے روبرو ہونا سخت گناہ کا کام ہے جس کو موت کے برابر قرار دیا ہے۔

جواب اولاً۔ اس حدیث سے صرف رشتہ دار محرم کی عدم موجودگی میں غیر محرم شخص کا

کسی عورت کے پاس تنہائی میں جانا منع ہوا ہے۔ لیکن جب کوئی رشتہ دار محرم موجود ہو تو اس کی موجودگی میں عورت کے لئے کسی غیر محرم کے روبرو ہونے کی ممانعت نہیں پائی جاتی۔

ثانیاً۔ کوئی قطعی دلیل اس بات کی موجود نہیں کہ برادر شوہر کو موت کہنے سے یہ ہی مراد ہے کہ یہ امر موت کی طرح مہلک ہے بلکہ ممکن ہے کہ جناب پیغمبر خدا کی مراد یہ ہو کہ برادر شوہر کے روبرو ہونے سے کب اجتناب ہو سکتا ہے اس کا تو ضرور آمنا سامنا ہوگا جس طرح موت سے آدمی نہیں بچ سکتا اسی طرح عورت شوہر کے بھائی کے روبرو ہونے سے نہیں بچ سکتی۔ یہ معنی کچھ ہمارے گھڑے ہوئے نہیں ہیں بلکہ بڑے بڑے جلیل القدر علما کا یہ ہی مذہب ہے جیسا کہ صاحب فتح الباری نے تحریر کیا ہے اور خاص شیخ تقی الدین صاحب شرح العمدہ کا نام بھی لکھا ہے۔

فکانہ قال الحمو الموت ای لا بد منہ ولا یمکن حجبہ عنہا کما انہ لا بد من الموت واشار الی ہذا الاخیر الشیخ تقی الدین فی شرح العمدۃ

قال النووی اتفق اھل العلم باللغۃ علی ان الاحماء اقارب الزوجۃ کابیہ وعمہ واخیہ ونحوھم

ثالثاً۔ کچھ شک نہیں کہ یہ ہی معنی صحیح ہوں کیا وجہ کہ حقیقت میں حمو عربی زبان میں صرف دیور یا جیٹھ کو نہیں کہتے بلکہ شوہر کے کل رشتہ داران از قسم ذکور کو کہتے ہیں۔ جن میں شوہر کا باپ یا دادا بھی داخل ہیں۔ حالانکہ یہ رشتہ دار محارم میں سے ہیں جن کے روبرو عورت کا آنا جایز ہے۔ پس اگر الفاظ احادیث کے وہ ہی معنے لئے جاویں جو عوام میں مشہور ہیں تو عورت کا ان محارم کے روبرو ہونا بھی ناجایز ٹھیرےگا جو صریحاً غلط ہے۔ خود جناب پیغمبر خدا کا طریق عمل ہمارے لئے اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ اس حدیث کے

الفاظ خواہ کچھ ہی ہوں مگر اس کے رو سے عورت کو اپنے شوہر کے بھائیوں کے روبرو ہونے کی ممانعت ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ جناب رسول خدا کا کوئی حقیقی بھائی نہ تھا کہ ان کی کوئی بھاوج ہوتی لیکن ان کے کنبہ کے حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رشتہ کے بھائی رکھتے تھے چنانچہ زبیر ابن عوام آپ کے پھوپی زاد بھائی ہوتے تھے اور آپ زبیر کے ماموں زاد بھائی ہونے کی وجہ سے زبیر کی بیوی کے جیٹھ ہوتے تھے۔ زبیر کی بیوی اسماء بنت ابی بکر تھیں جو عائشہ کی بہن ہونے کے سبب بھاوج کے علاوہ آپ کی سالی بھی ہوتی تھیں۔ پس اسماء بنت ابی بکر کے دونوں رشتے یعنی بھاوج اور سالی کے ایسے رشتے تھے جو ہمارے آج کل کے شرفاء کے دستور اور رواجی شریعت کے بموجب مقتضی سخت پردہ کے ہیں۔ اب ہم کو ایسے حالات کی جستجو ہے جن سے یہ صاف ظاہر ہو جائے کہ اسماء رسول خدا کے روبرو ہوتی تھیں یا نہیں۔ بڑی محنت کے بعد ہم بخاری میں ایک حدیث پاتے ہیں جس کی روایت کرنے والی خوش قسمتی سے خود اسماء ہیں۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ میرا نکاح زبیر سے ہوا۔ اس کے پاس صرف ایک گھوڑا تھا اور

قالت تزوجنی الزبیر وماله فی الارض من مال ولا مملوك ولا شئ غیر ناضح وغیر فرسه فكنت اعلف فرسه وكنت انقل النوى من ارض الزبیر علی راسی فجئت یوما والنوی علی راسی فلقیت رسول الله صلعم	ایک اونٹ۔ اس کے سوا اور کچھ مال متاع نہ تھا میں ہی اس کے گھوڑے کو چرالایا کرتی تھی۔ اور زبیر کی زمین سے کھجور کی گٹھلیاں اپنے سر پر اٹھالاتی تھی۔ ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ میں چلی آرہی تھی اور گٹھلیوں کا بوجھ میرے سر پر تھا کہ راہ میں رسول اللہ مل گئے۔ ان کے ہمراہ چند اصحاب بھی

ومعه نفر من الانصار فدعاني ثم قال
اخ اخ ليحملني خلفه فاستحييت ان اسير
مع الرجال وذكرت الزبير وغيرته و
كان اغير الناس فعرف رسول الله
اني قد استحييت فمضى فجئت الزبير
فقلت ما جرى فقال والله لحملك
النوى كان اشد علي من
ركوبك معه

تھے۔ انہوں نے مجھے بلایا۔ اور وہ اپنا اونٹ
بٹھانے لگے کہ میں اُن کے پیچھے سوار ہو جاؤں مگر
مجھے لوگوں کے ہمراہ یوں جانے میں شرم آئی مجھے
زبیر کا بھی خیال آیا کیونکہ اُس کی غیرت کی کوئی
حد و انتہا نہ تھی۔ رسول اللہ نے پہچان لیا کہ مجھے
یوں ہمراہ سوار ہونے میں شرم آتی ہے۔ اس لئے
وہ تشریف لے گئے۔ میں زبیر کے پاس آئی اور
اُس کو سارا ماجرا کہہ سنایا۔ زبیر نے کہا کہ اللہ کی قسم
تو اگر اُن کے ساتھ سوار ہو جاتی تو یہ مجھ کو اس قدر شاق نہ گذرتا جس قدر تیرا اپنے سر پر بوجھ اُٹھا کر لانا
مجھے شاق گذرا ہے ٭

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ اسماء جس طرح اور لوگوں کے روبرو ہوتی تھیں اسی طرح
اپنے جیٹھ پیغمبر خدا کے روبرو ہوتی تھیں انہوں نے کوئی فرق پردہ کے باب میں اپنے جیٹھ یعنے
پیغمبر خدا اور اور غیر محرموں میں نہیں رکھا تھا۔ نہ رسول خدا نے کوئی اس قسم کا فرق اُن کو بتلایا
کہ تم اور غیر محرموں کے روبرو تو ہوا کرو اور ہمارے روبرو ہونا موت کی برابر خطرناک سمجھو۔ ہاں
وہمی مزاجوں کے وہم سے کچھ بعید نہیں کہ وہ یہ کہیں کہ ممکن ہے کہ اس وقت اسماء کے مُنہ پر برقع
پڑا ہو اور وہ گھوڑے کو چرا کر اور بوجھ سر پر اُٹھا کر برقع اوڑھے آرہی ہوں اور پیغمبر خدا نے
محض بیرونی قرائن سے اُن کو شناخت کر لیا ہو مگر ان وسوسوں کا علاج بجز لاحول پڑھنے کے

اور کچھ نہیں یا نہ یا وہ اطمینان چاہو تو اُس حدیث کو ملاحظہ کرو جو صاحب فتح القدیر نے نقل کی ہے اور جس کا مضمون یہ ہے کہ ایک مرتبہ اسماء نہایت مہین کپڑے پہن کر آپ کی خدمت میں آئیں آپ نے فرمایا کہ اے اسماء جب لڑکی بالغ ہوجائے تو اُس کو سوائے ہاتھ اور چہرہ کے اور کوئی حصہ جسم کا غیر محرم لوگوں کے سامنے نہیں کھولنا چاہیئے۔ پس کچھ شک نہیں کہ اولاً اس حدیث کے وہ معنے ہیں جو اخیر میں بیان ہوئے اور ثانیاً اس حدیث میں جو ممانعت ہے وہ عورت کے پاس صرف تنہائی میں جانے کی ہے۔ محرم رشتہ داروں کی موجودگی میں کسی عورت کے پاس جانے کی ممانعت نہیں ہے۔

شبہ دوم - ام سلمہ کی حدیث سے جس کو اصحاب سنن نے بیان کیا ہے ثابت ہوتا ہے کہ جناب پیغمبر خدا نے ام سلمہ کو عبداللہ ابن مکتوم کے روبرو ہونے سے منع کیا حالانکہ وہ محض نابینا تھا اور فرمایا کہ وہ اندھا ہے تو تم تو اندھی نہیں ہو۔

جواب - اگر یہ ہی بات ہے تو عورت کو مرد کے چہرہ پر نظر ڈالنی بالکل حرام ہوتی۔ لیکن جب مستورات برقع یا چادر اوڑھ کر باہر نکلتی ہیں تو اُن کی نظر اجنبی مردوں کے چہروں پر ضرور پڑتی ہے گو مردان کو نہ دیکھ سکیں۔ پس وہ ہی اعتراض کہ مرد تم کو نہیں دیکھتے تو تم تو مردوں کو دیکھتی ہو یہاں بھی وارد ہوتا ہے۔ اور اگر یہ اعتراض صحیح ہوتا تو ازواج مطہرات کی نسبت کیا کہا جائیگا جو عیدین میں آتی جاتی تھیں۔ اور باہر اپنے حوائج ضروری کو نکلتی تھیں اور خانہ کعبہ کا طواف کرتی تھیں۔ کیا معاذ اللہ ان کا یہ فعل ناجائز تھا اور رسول خدا اُس ناجائز فعل پر سکوت فرماتے تھے ہرگز نہیں۔ اسلئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ عبداللہ ابن مکتوم نابینا تھا ممکن ہے کہ اس کے

لباس میں بلحاظ ستر عورت کوئی ایسا نقص ہو جس کی وجہ سے اس کا ام مسلمہ کے روبرو ہونا
نامناسب سمجھا گیا ہو۔ چنانچہ علامہ ابن حجر نے شرح صحیح بخاری میں یہ ہی لکھا ہے کہ عبداللہ

> فلعلہ کان منہ شئ ینکشف ولایشعر بہ
> ویقوی الجواز استمرار العمل علی جواز خروج
> النساء الی المساجد والاسواق والاسفار
> منتقبات لئلا یراھن الرجال ولم
> یومر الرجال قط بالانتقاب لئلا یراھم
> النساء وبھذا احتج الغزالی علی الجواز
> فقال لسنا نقول ان وجہ الرجل فی
> حقھا عورۃ۔ فتح الباری

ابن مکتوم کا کوئی جزو بدن ضرور کھلا ہو گا جس کی
اس کو بوجہ نابینا ہونے کے خبر نہ ہو گی اور اجنبی
لوگوں کے چہرے دیکھنے کے جواز کی تائید اس بات
سے بھی ہوتی ہے کہ ہمیشہ عمل یہ ہی رہا ہے کہ
مستورات مساجد اور بازاروں اور سفر کو جاتی تھیں
اور نقاب ڈال لیتی تھیں کہ مرد نہ دیکھیں مگر مردوں
کو کبھی یہ حکم نہیں ہوا کہ وہ اپنے چہرہ پر نقاب ڈالا
کریں کہ ان کو مستورات دیکھنے نہ پائیں۔ اسی واسطے
امام غزالی بھی اس جواز پر یہ ہی حجت لائے ہیں اور کہا ہے کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ عورت کو اجنبی
مرد کے چہرہ کا دیکھنا ناجایز ہے۔

شبہ سوم یہ ہے کہ اچھا ہم تسلیم کرتے ہیں کہ عورتوں کو گھر میں مقید رکھنے کا حکم شریعت
میں نہیں ہے۔ الا اگر احتیاطاً رفع فتنہ کے لئے ایسا کیا جائے تو کیا مضایقہ ہے اور اس حالت موجودہ
میں انقلاب پیدا کرنے سے کیا منفعت متصور ہے؟

جواب۔ اس کے جواب میں ہم تین امور پیش کرتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ایسا کرنے سے
ہم اس الزام کے مورد بنتے ہیں جو خدا تعالےٰ نے یہودیوں پر قرآن مجید میں عاید کیا ہے کہ تحل

چیز کو ہم نے حلال کیا اُس کو وہ حرام ٹھیراتے ہیں اور جس چیز کو ہم نے حلال کیا اُس کو وہ حرام بتلاتے ہیں۔ اگر یوں ہوتا کہ عورتیں احتیاطاً بہت کم نکلا کریں اور اپنے عزیز و اقارب کے ہمراہ نکلتیں اور زیادہ تر گھروں میں رہتیں تو سمجھا جاتا کہ وہ احتیاطاً ایسا کرتی ہیں۔ یہ احتیاط نہیں کہلاتی کہ ایک حلال شے کو عملاً حرام قطعی سمجھ لیا جائے

دوسرا امر اس سے بھی زیادہ سخت ہے۔ خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ تم لوگوں میں جو

واللاتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم فاستشھدوا علیھن اربعۃ منکم فان شھدوا فامسکوھن فی البیوت حتی یتوفاھن الموت ع النساء	عورتیں بدکاری کی مرتکب ہوں تو اُن پر چار گواہ لاؤ۔ پس اگر وہ گواہی دے دیں تو اُن عورتوں کو مرتے دم تک گھر میں روکے رکھو۔ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس طرح

کا سخت پردہ جیسا کہ مسلمانوں میں آجکل رائج ہے خداوند تعالےٰ کے نزدیک صرف بدکار عورتوں کے لئے محض بطور سزا کے تجویز ہوا ہے۔ خداوند تعالےٰ ہر مسلمان کی بہو بیٹی کو ایسی سزا سے محفوظ رکھے۔

تیسرا جواب اس امر کا کہ حالت موجودہ میں انقلاب کرنے سے کیا فایدہ ہوگا یہ ہے کہ سیکڑوں بدیوں اور خرابیوں کا دفیعہ ہوجائیگا۔ سوچنا چاہیئے کہ جب کوئی شخص اپنی کسی رشتہ دار عورت کو دوسرے شخص سے چھپاتا ہے تو وہ کیا خیال ہے جو اُس کو محرک اس پردہ خلاف شرع کا ہوتا ہے۔ ہماری دست میں صرف دو خیال محرک اس امر کے ہوسکتے ہیں ایک تو یہ خیال کہ وہ شخص یقین کرتا ہے کہ وہ ایسی بدوضع عورت ہے کہ اگر میرے سوا کسی اور مرد کے روبرو ہوئی تو اس کی عادت سے

یہ ظن کیا جا سکتا ہے کہ اس کا نتیجہ ناپسندیدہ ہوگا۔ یا دوسرا یہ خیال اُس کے دل میں گذرتا ہے کہ فلاں شخص جو بظاہر میرا دوست یا عزیز ہے ایسا فاسق بداطوار شخص ہے کہ اگر ایک دفعہ اس کی نظر اُس عورت پر پڑ گئی تو ضرور اُس سے کوئی نہ کوئی بدوضعی سرزد ہو کر رہیگی۔ ظاہر ہے کہ جب تک ان دو خیالوں میں کوئی ایک خیال دل میں جاگزین نہ ہوگا ممکن نہیں کہ کوئی آدمی اپنے بھائیوں اور عزیز و اقربا سے اپنی زوجہ کو پردۂ خلاف شرع میں رکھے اور جب جماعت تمدنی کے ہر ایک فرد کے دل میں یہ ناپاک خیال بیٹھا ہوا ہو تو خیال کرنا چاہیئے کہ اُس جماعت کی اخلاقی حالت کیسی گری ہوئی ہے کہ بھائی بھائی کو دوست دوست کو ایک عزیز دوسرے عزیز کو ظاہر میں محبت اور ادب سے پیش آئیں بھائی بھائی کہہ کر بلائیں اور دل میں اُن کو بدکار اور بدمعاش سمجھیں اور عملاً ہر ایک دوسرے شخص پر اس امر کا اظہار کرے کہ تم ناقابل اعتبار ہو اور ایسے چلن کے ہو کہ تمارے روبرو ہماری بہو بیٹیاں اور بہنیں نہیں ہو سکتیں۔ جب جماعت متمدنہ میں ایک دوسرے کی نسبت یہ نجس خیالات ہوں تو اُس جماعت میں سچی محبت اور اتفاق اور ہمدردی اور خلوص کب پیدا ہو سکتا ہے۔ کیا اس قسم کی بدظنیاں اُس فرمودۂ نبوی کے خلاف نہیں جس میں عموماً مومن کی نسبت بدظنی کرنے سے منع فرمایا ہے؟

ایک اور بڑا نقصان جو جماعت تمدنی کو پردہ خلاف شرع سے پہنچتا ہے یہ ہے کہ مردوں کو جو عورات کی طرف سے منتصب ہیں تمام جہان کی نگاہ سے اوجھل چار دیواری کے اندر عورتوں پر طرح طرح کے ظلم اور بدسلوکیاں کرنے کا موقع ملتا ہے اور اس باب میں اُن پر جماعت تمدنی کا دباؤ جو تمدن انسانی کا اصول ہے بالکل نہیں پڑ سکتا اور ہر شخص اپنے دائرہ حرم کے اندر خود مختارانہ اور جابرانہ

حکومت کرتا ہے جس کی باز پُرس کے لئے صرف قیامت کا دن مقرر ہے بہت کم شرفا اہل اسلام نکلینگے جن کا سلوک اپنے گھر کی عورات کے ساتھ اُس خوش حیثیتی کے مطابق ہو جو طبقۂ مذکور میں اُن کی تنخواہ اُن کی آمدنی اُن کے مکانات سے ظاہر ہوتی ہے - ہم نے نہایت جلیل القدر عہدہ داروں کی نسبت سُنا ہے کہ اُن کے گھر کی عورات بہ لحاظ اپنی خوراک اور اپنی پوشاک کے اس سے زیادہ رتبہ نہیں رکھتیں جو ایک چپراسی کی عورت رکھتی ہے - جو لوگ خود اطلس کے چغے اور طلائی لنگیاں اور وارنش کے بوٹ مٹکائے پھرتے ہیں اُن کی بیبیاں اور چارخانہ کے پاجامے اور تین آنہ گز کی ململ کی کُرتیاں پہنتی ہیں جو لوگ گرمیوں میں برف میں لیمنڈ کی بوتلیں سرد کر کر کے پیتے ہیں اور پنکھوں اور خس کی ٹٹیوں میں استراحت فرماتے ہیں اُن کی عورات کے ہاتھوں میں کھجور کے پنکھے بھی ثابت نہیں ہوتے *

ہم نے پان پانسو روپیہ کی تنخواہ کے عہدہ داروں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنی ضعیف اور تقریبًا نابینا بیوہ والدہ کو جس کا کوئی اور سہارا نہ تھا کھانے پینے پوشاک خدمتگار غرض جو چاہو ہر ایک چیز کے لئے کل پانچ روپیہ (صہ) ماہوار خرچ دیتے تھے - ایک ہمارے دوست ہیں جن کے پاس خدا کے فضل سے ستر ہزار سے زیادہ روپیہ نقد موجود ہے اور اَور جائداد و املاک اس کے علاوہ - اُن کی والدہ نہایت عسرت سے زندگی بسر کرتی ہیں اور دس روپیہ ماہوار سے زیادہ اُن کو کسی حال میں نہیں مل سکتا *

یہ ذکر تو اُن عالی رتبہ مقتدر اشخاص کا ہے جو قوم کے سر برآوردہ لوگ ہیں - ان سے نیچے ایک طبقہ ہے جو ہر طرح سفید پوش اور معزز سمجھا جاتا ہے - اس فرقہ کے لوگوں میں ہم نے

اکثر بھلے مانسوں کو دیکھا ہے کہ جب وہ کاروبار ملازمت سرکاری سے تھک کر گھر جاتے ہیں اور
مزاج کھسیانا ہوتا ہے تو اُن کو اپنی غریب بی بی کے لئے حرام کی بچی۔ اُلو کی پٹھی۔ ہوت کی
جنی سے بہتر اور کوئی لقب نہیں سوجھتا۔ اور اگر وہ کوئی اشارہ یا اظہار اس امر کا کرے کہ یہ
الفاظ شرفا کو بولنے مناسب نہیں تو پھر جوتی پیزار تک کی نوبت آتی ہے۔ شریف زادیاں
اپنے ماں باپ کے ناموس کی خاطر اور شوہر کی اطاعت فرض جان کر خون کے گھونٹ پیتی
اور صبر کرکے بیٹھ جاتی ہیں اور زیادہ رنج ہوا تو ایک دو وقت کھانا نہیں کھاتیں۔ کیا ان
مظلوموں کی فریاد سُننے والا دنیا میں کوئی نہ ہوگا۔ کیا اسلام کے واعظ گوارا کئے جائینگے کہ اندھیری
کوٹھریوں میں یہ بدکرداریاں جاری رہیں اور اُن پر روشنی نہ پڑے۔ کیا قوم اور جماعت تمدنی
ان ظالموں کو اُن کے ظلموں سے اس بناء پر قطع نظر کرکے کہ وہ نجی کے معاملات ہیں اپنی آنکھوں
میں اُن کی عزت و توقیر ہونے دیگی اگر ہمارے واعظ یہ ہونے دینگے تو افریقہ اور کافرستان کے
بردہ فروش ان واعظوں سے ہزار درجہ اچھے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ یہ خلاف شرع پردہ اسی
غرض سے رکھا گیا ہے کہ ان خلاف انسانیت حرکات کو کوئی دیکھنے والا اور اُن پر اعتراض کرنے
والا نہ ہو اور اس خلاف شرع پردہ کے دور کرنے سے اس ظلم و ستم پر جو تمام ملک ہندوستان میں
شب و روز نوعمر لڑکیوں اور بیکس عورتوں اور محتاج بیواؤں پر نہایت بے دردی کے ساتھ
ہو رہا ہے اور جن کے رونے چلانے کی آواز چار دیواری سے باہر نہیں پہنچتی روز روشن کی
روشنی پڑیگی اور اُس کے انسداد کی تدبیریں عمل میں آنی شروع ہونگی ✤

اس خلاف شرع پردہ سے عورتوں اور گود کے بچوں کی صحت جسمانی کو جس قدر مضرت

پہنچتی ہے اُس کو علم طب کے ماہر بخوبی جانتے ہیں۔ اور یہ اثر جس قدر نسل در نسل زیادہ ہوکر غیر معلوم طور پر مردوں کی صحت جسمانی پر پڑ رہا ہے اُس کا گواہ مسلمانوں کا عام ضعف ہے ہندوستان کے مسلمانوں کی عورتوں کا مقابلہ دنیا کی کسی اور قوم کی عورات سے کرو تو ان میں اس قدر فرق پاؤ گے جس قدر یہاں کے مرد اور عورات میں ہے۔ پس کیا جن لوگوں کو حفظ نوع کا خیال ہے اور حفظان صحت کی تدابیر سوچتے رہتے ہیں اور گندھک اور کاربالک اور لوبان اور فینائل جلاتے اور چھڑکواتے رہتے ہیں اُن کا فرض نہیں کہ وہ ہندوستان کی آدھی آبادی کو ہوائے لطیف میں نکلوانے کا فکر کریں +

شرع نے جو پردہ تجویز کیا ہے وہ حیاء انسانی پر مبنی ہے اور وہ اس قسم کا ظاہری پردہ ہے جس میں کوئی امر معیوب چھپا رہ نہیں سکتا۔ پردۂ خلاف شرع میں ڈولیوں اور چار دیواری کی آڑ کے ذریعہ سے ایسی بدکرداریاں وقوع میں آسکتی ہیں جن کا کوئی علاج نہیں عزیز و اقارب کے ہاں سے ڈولی آنے پر دستور مروجہ کے بموجب مرد گھر سے باہر مردانہ میں رہتے ہیں اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ڈولی میں کون آیا اور گھر میں کیا ہو رہا ہے۔ گو ایسی صورتیں بہت ہی کم وقوع میں آتی ہوں مگر ایسی صورتوں کی گنجایش بخوبی پائی جاتی ہے۔ خلاف شرع پردے سے لڑکیوں کی تعلیم کو بھی سخت نقصان پہنچتا ہے۔ لڑکیوں کی تعلیم متفرق طور پر فرداً فرداً اشخاص کی کوشش سے سرانجام نہیں پا سکتی۔ بلکہ قومی تعلیم کے لئے ضرور ہے کہ عام اصول پر باضابطہ مدارس قایم ہوں اور وہ موجودہ حالت میں قائم نہیں ہو سکتے +

تعلیم کی تکمیل کے لئے اُن تمام مظاہر قدرت کا دیکھنا از بس ضروری ہے جو لڑکوں کے

دیکھنے میں آتے اور باعث ازدیاد آگاہی اور تجربہ ہوتے ہیں۔ چار دیواری مکان کے اندر دنیا کے کیا عجائبات نظر آسکتے ہیں۔ بڑے بڑے شہروں کی عالیشان عمارتیں۔ عجائب خانجات چڑیاخانے۔ ریل کے کارخانے۔ دریاؤں کے پُل۔ باغات۔ یہ سب چیزیں ایسی ہیں جن کا دکھانا لڑکیوں کو ضرور ہے اور یہ سب چیزیں بے معلوم اثر دل کی توسیع اور ترقی عقل کا کرتی ہیں۔ ہم کو معلوم نہیں کہ اس بات سے کیا خوشی ہوسکتی ہے کہ چالیس برس کی عورت کو اُتنی بھی عقل وہوش نہیں ہونی چاہئے جتنی بارہ برس کے بچہ کو ہوتی ہے اور اس عقل وہوش کی عورتیں مائیں ہوکر بچوں کی تعلیم کی بنیاد کیا اچھے اصول پر رکھ سکتی ہیں ✤

انسان کے دماغ اور دل کی پُرحکمت ساخت سے جس میں ہزاروں قابلیتیں کسب علوم وفنون کی مخفی رکھی گئی ہیں اُس صانع ازلی وحکیم لم یزلی کی بے انتہاء دانش کا ناقابل بیان اثر انسان کے دل پر پیدا ہوتا ہے۔ ان قابلیتوں نے مصنفوں۔ صناعوں اور حکیموں کے وجود میں دنیا کو کیا کیا کمالات دکھلائے اور فائدے پہنچائے ہیں۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ قسام ازل کی طرف سے عورتوں کو ان قابلیتوں کا حصہ مردوں سے کچھ کم ملا ہے۔ ہرگز نہیں مگر اس خلاف شرع پردہ نے اللہ کی آدھی حکمت کو تاریکی میں چھپا رکھا ہے اور جواہرات بیش بہا کو خاک میں ملا رکھا ہے گویا یہ لوگ بجائے ماخلقت ھذا باطلاً کہنے کے خداتعالیٰ سے یوں خطاب کر رہے ہیں انّکَ خلقت ھذا باطلاً یعنے یا الٰہی تو نے حقیقت میں یہ چیزیں لغو پیدا کی ہیں ✤

ایک اور بڑا فائدہ پردۂ خلاف شرع کے توڑنے سے یہ ہوگا کہ مردوں کی صحبتیں عورتوں کے شمول سے زیادہ نیک اور مہذب ہو جائینگی۔ ہمارے اچھے اچھے تعلیم یافتہ نوجوان بھی جب

باہم بےتکلفی کی گفتگو کرتے ہیں تو اکثر اُن کی گفتگوؤں کے مضمون غیر مہذب اور بیہودہ ہوتے ہیں۔ اپنی بیٹیوں اور بہنوں اور بیبیوں کی شمولیت ان کی مجالس کو مؤدب اور مہذب اور باوقار اور مفید بنادیگی اور ہر شخص کو سلیقہ اور تمیز سے اور مناسب محل گفتگو کرنا آجائیگا اور اس قسم کی مجالس خرد سال بچوں کے لئے عمدہ راہ نماے تربیت ہونگی۔ اگر خود حکم شریعت لوگوں کی نظر میں اس قابل نہیں رہے کہ بلاحصول کسی فائدہ دنیاوی کے ان کی تعمیل کی جائے تو بھی جو فائدہ اس خلاف ورزی حکم شریعت کے موقوف ہونے سے حاصل ہونگے وہ کافی ترغیب حکم شریعت پر چلنے کی ہوسکتی ہے ✦

جو کچھ خطرہ اس انقلاب سے خیال میں گذر سکتا ہے وہ فسق کے بڑھنے کا ہے۔ مگر کیا شارع علیہ السلام اور خود خدا تعالے جس نے انسان کی ضرورتوں کو جان کر شریعت نازل کی اس خطرہ سے واقف نہ تھا۔ ضرور تھا۔ اور جو مناسب تدابیر تھیں وہ اُس حکم شرعی میں مرعی رکھی گئی ہیں۔ اس سے زیادہ وہم وہم شیطانی ہے جس سے ہر مسلمان کو دور رہنا چاہئے۔ ہر شہر میں عموماً چند گھر غریب مسلمانوں مثلاً جولاہوں۔ درزیوں۔ چپراسیوں وغیرہ کے ایسے ہوتے ہیں جن کی مستورات حوائج کے لئے باہر پھرتی ہیں اور نوکر چاکر رکھنے کا مقدور نہیں رکھتیں۔ باوجود اس کے بعض گھروں اور گھروالیوں کی نسبت تمام اہل محلہ کہا کرتے ہیں کہ ان کے چال چلن میں کوئی بات قابل عیب دیکھنے یا سننے میں نہیں آئی ✦

پس جب ان غریب ادنےٰ گھروں کی عورتیں باوجود بے علمی اور بے استطاعتی کے اپنی عصمت کو اس طرح بچا سکتی ہیں تو کیا یہ شریف زادیوں ہی کے لئے خاص بات ہے کہ

وہ باوجود تعلیم یافتہ ہونے کے اور نیز اس امر کے کہ اُن کے لئے ترغیبات اس قدر نہیں ہو سکتیں جس قدر غربا کی مستورات کے لئے اور نیز باوجود اس امر کے کہ شرفاء کی عورتوں کو جن کو نوکر چاکر رکھنے کا مقدور ہے بازاروں میں پھرنے کی ضرورت نہ ہوگی تاہم وہ فسق میں مبتلا ہوئے بغیر نہ رہینگی۔ ہم اپنی قوم کے معزز گھرانوں کی بیگمات کے اطوار و اوضاع کی نسبت نہایت اعلےٰ رائے رکھتے ہیں جو ہم کو ایسے ناپاک خطروں سے مانع ہے۔

علاوہ ازیں یہ خطرہ فسق بعض حالات میں تو محض بیہودہ و خیالی ہوتا ہے مثلاً سفر ریل میں ہم نے اثناء سفر میں بعض بدظن وہمیوں کو دیکھا ہے کہ اُن مقاموں پر جو ریل کے جنکشن کہلاتے ہیں یعنے جہاں ریل کی ایک گاڑی میں سے اُتر کر دوسری میں سوار ہونا پڑتا ہے چند مستورات کو ایک قطار میں کھڑا کر کے اور اُن کے دونوں طرف متوازی چادریں پکڑ کر ایک پلیٹ فارم سے دوسرے پلیٹ فارم تک اسی حراست میں لے جاتے ہیں اور تمام یورپین زن و مرد اُن کی حماقت پر ہنستے اور ٹھٹھہ کرتے ہیں۔

بعض وہمی نہ صرف اسٹیشن پر ان اوہام پر عمل کرتے ہیں بلکہ چلتی ریل میں کھڑکیاں کھولنا اور مستورات کو باہر جنگل کی طرف دیکھنے دینا بھی معیوب اور مکروہ سمجھتے ہیں۔ اب ہمیں حامیان پردہ خلاف شرع بتلائیں کہ جنگل کے کسی کھیت میں کھڑے ہوئے مرد کو آنا فانا دیکھ لینا کس فسق کی طرف منجر ہو سکتا ہے۔ علےٰ ہذا القیاس ریل کے اسٹیشن پر جہاں ملکوں ملکوں کے مسافر دور دراز مقامات کے ٹکٹ لئے ہوئے اپنی اپنی گھبراہٹ میں ہوتے ہیں کیا یہ خطرہ کیا جاسکتا ہے کہ اُن میں کا کوئی مسافر کسی عورت کو دیکھ کر اُس کی بود و باش کا حال پوچھنے کے درپے ہوگا اور

اُسی وقت ان امور کو آسانی سے معلوم کرکے اپنا سفر ملتوی کرکر تمہارے ساتھ ہولیگا اور جہاں تم جاؤگے وہاں وہ بھی آکر رہیگا۔ ان باتوں کو کوئی شخص جس کو ذراسی بھی عقل ہوگی تسلیم نہ کریگا۔

لطیفہ۔ پردہ کے تشدد کے اصول پر ہم نے ایک روز غور کی تو ایک عجیب لطیفہ معلوم ہوا۔ بیوی کی صورت۔ آواز۔ قدو قامت۔ لباس وغیرہ چیزیں تو پردہ میں چھپائی گئی تھیں۔ تماشا تو یہ ہے کہ **بیوی** کے لفظ کا بھی پردہ کیا جاتا ہے اور پردہ بھی نہ صرف آنکھ یا کان سے۔ بلکہ مردوں کے ذہن سے بھی۔ کوئی بھلامانس یوں نہیں بولتا کہ میری بیوی یہ کہتی ہیں۔ یا میری بیوی کا یہ حال ہے۔ بلکہ بیوی کی بجائے اور پردہ کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ ہر شریف شخص ڈرتا ہے کہ میں بیوی کا لفظ یا اُس کا کوئی ایسا ہم معنی لفظ نہ بولوں جسے سُن کر مخاطب کا ذہن یا خیال سیدھا میری بیوی کی طرف جائے بلکہ وہ ایسا لفظ استعمال کریگا جس سے مخاطب کا ذہن اُس کی بیوی کی طرف متوجہ نہ ہو اس غرض کے لئے عموماً بیوی کی بجائے الفاظ گھر میں سے بولے جائینگے مثلاً بجائے اس کے کہ میری بیوی بیمار ہیں یوں کہینگے کہ میرے گھر میں سے بیمار ہیں۔ اگر یہ پوچھنا ہو کہ آپ کی بیوی یہاں ہیں تو اس کی بجائے یوں کہینگے کہ آپ کے گھر میں سے یہاں ہیں۔

ان الفاظ کے وضع کرنے کی یہی وجہ ہے کہ گھر کا لفظ سُن کر سامع کا ذہن تخصیص کے ساتھ کسی فرد خاص کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ گویا بیوی کا پردہ صرف آنکھ یا کان سے ہی نہیں کرایا جاتا بلکہ خیالات اور ذہن سے بھی کرایا جاتا ہے۔ ہمیشہ یہ ہی ڈر رہتا ہے کہ کہیں مخاطب کے خیال کا بیوی کے ساتھ آمنا سامنا نہ ہو جائے۔

ہمارے بعض ہندوستانی بھائی گھر میں سے کی بجائے کبھی کبھی ایک اور بیہودہ لفظ بولا کرتے ہیں یعنی سواریاں۔ جب کسی کی بیوی کہیں سے آتی ہے تو کہتے ہیں کہ سواریاں آئیں ۔

بعض لوگ خصوصاً پنجابی بیوی کی بجائے قبیلہ کا لفظ بولتے ہیں۔ وہ بھی اسی قسم کا لفظ ہے جو مجموعۂ مردمان پر دلالت کرتا ہے اور ذہن کو تھوڑی دیر کے لئے مخلط کر ڈالتا ہے اور خیال کو سیدھا کسی کی بیوی کی طرف نہیں جانے دیتا۔ مگر ان پردہ پوشوں کو بڑی مشکل پیش آتی ہے وہ یہ کہ یہ الفاظ جو پردہ داری کے لئے وضع کئے جاتے ہیں کچھ عرصہ کے بعد کثرت استعمال کی وجہ سے ایسے بن جاتے ہیں کہ اُن کی دلالت اپنے مدلول حقیقی پر محض مجازی رہ جاتی ہے اور اس اصطلاحی معنے پر حقیقی بن جاتی ہے یعنی رفتہ رفتہ ان لفظوں سے بھی ذہن پر وہ ہی اثر ہونے لگتا ہے جو لفظ بیوی سے ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں جب اُن کی پردہ داری کی بجائے پھر پردہ دری ہونے لگتی ہے تو وہ اُس لفظ کو جو پہلے ہی معنے جمعیت کے رکھتا ہے دوبارہ جمع بناتے ہیں مثلاً قبیلہ کی بجائے قبائل کہنے لگتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ ڈبل جمع تو ضرور کچھ ذہن اور بیوی کا آمنا سامنا روکیگی۔ مگر کثرت استعمال سے آخر پھر وہ ہی دقت پیدا ہوتی ہے یعنی رفتہ رفتہ قبائل بھی بالکل بیوی کا مرادف یعنی ہم معنی بن جاتا ہے ۔

بیچارے پردہ پوش اس لفظ پر جمع کی ایک اور تہ چڑھاتے ہیں اور قبائل کی بجائے قبائلان بولتے ہیں۔ مگر تا کے۔ زبانِ خلق چند روز میں ہی اُس کو بھی بیوی کا ہم معنی بنا دیتی ہے اور بیچاری بیوی پھر بے پردہ ہونے لگتی ہیں۔ تب اہل زبان ایک اور بڑا بھاری غلاف جمع کا چڑھاتے ہیں اور قبائلان ہائے بولنے لگتے ہیں لیکن خدا جانے جب اس لفظ کا بھی وہ ہی حال ہوگا تو پھر

کیا کہ یگے غرض کوشش کی جاتی ہے کہ بیوی کو ایسی تاریکی میں رکھا جائے اور اُس پر اس قدر لحافوں کی تہ چڑھائی جائے کہ اس بات کا پتہ لگانا مشکل ہوجائے کہ ان لحافوں میں کون ہے کوئی انسان ہے یا حیوان ہے۔

ہمارا مطلب ان امور کے اظہار سے یہ ہرگز نہیں کہ جس طرح اخباروں میں سیکڑوں مضامین لکھے جاتے اور پڑھے جاتے ہیں اور کچھ عمل اُن پر نہیں ہوتا یا نہیں ہوسکتا اسی طرح ہماری یہ تحریر بھی ضایع جائے اس لئے ہم اُس کے ہر پہلو پر نظر کرنا اور لوگوں کے دلوں کے چھپے ہوئے اعتراض ظاہر کرنا اور اُن کو سمجھانا اور طریق شریعت صاف کرنا چاہتے ہیں۔ ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ اگر پورے پورے طور پر فی الحال اُس طریق پر آنا مشکل ہے تو وہ تدریجی سبیل نکالی جائے جو کچھ عرصہ بعد اُن کو خاص طریق محمدی پر لے آئے۔ پس ہم لوگوں کے خطروں کو تسلیم کرکے اور زمانہ کی بدوضعی پر خیال کرکے اور مصلحت وقت کا بھی اندازہ کرکے یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ فی الحال پردہ کے بے حد تشدد کو توڑا جائے اور اُس کے لئے ایک قسم کا ضابطہ اور یک رنگی تجویز کی جائے اور ایک اس قسم کی اعتدال کی راہ نکالی جائے جو نہ آزادی کے اُس پرلے کنارہ تک پہنچتی ہے جہاں مغربی تہذیب پہنچاتی ہے نہ اُس میں وہ تنگی اور دقّت ہو جس سے شرعی حکم جو محض حیاداری کی حفاظت کے لئے ہے جس بے جائی حد تک پہنچ جائے۔ باوجود اس کے کہ اہل اسلام ہند نے پردہ کے تشدد کو درجۂ غلو تک پہنچایا ہے تاہم یہ تعجب کی بات ہے کہ اس غلو کے لئے اُنہوں نے کوئی اصول یا ضابطہ مقرر نہیں کیا۔ عام ضابطہ جو بظاہر پردہ مروجہ کی بنیاد معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ غیر محرم عزیزوں سے جس قدر شریعت نے پردہ کا حکم دیا ہے اُس حکم شریعت میں ہمارے علماء نے اتنی